گھر کا دشمن
اشتیاق احمد

1410

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

محمود، فاروق، فرزانہ اور

انسپکٹر جمشید سیریز 673

گھر کا دشمن

اشتیاق احمد

نئی صدی......... نیا سال

آپ کے محبوب مصنف کی کتابوں کا... نیا انداز

اس ناول کے نام، واقعات اور کردار سب فرضی ہیں۔
کسی قسم کی مماثلت کے لئے ادارہ یا مصنف ذمہ دار نہ ہونگے

نام ناول.............. گھر کا دشمن
ناشر.............. اشتیاق احمد
تزئین.............. محمد سعید نامدار
سرکولیشن.............. محمد یار میجر
کمپوزر.............. اے۔ آر۔ فاروقی
قیمت.............. 40 روپے
گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر انداز بک ڈپو لاہور سے شائع کیا۔

انداز بک ڈپو
9/12 نصیر آباد۔ سانده کلاں۔ لاہور
فون 7246356-7112969
اسٹاکسٹ : محبوب بک ڈپو۔ اردو بازار لاہور

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال جو اللہ کا دشمن ہے اس طرح نکلے گا کہ اس کے ساتھ یہودیوں اور مختلف اقسام کے لوگوں کی فوجیں ہوں گی، نیز اس کے ساتھ جنت اور آگ ہو گی اور کچھ ایسے لوگ ہوں گے جنہیں وہ قتل کر کے زندہ کرے گا، اور اس کے ساتھ ثرید کا ایک پہاڑ اور پانی کی ایک نہر ہو گی (آگے دجال کی علامات اور بعض تفصیلات بیان فرمائیں اور آخر میں فرمایا) اور اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو (اس کے پاس) لے جائے گا حتیٰ کہ وہ اس کو قتل کر دیں گے۔ پس اس کے ساتھی ذلیل ہوں گے اور ذلیل ہو کر لوٹیں گے۔

(کنز العمال ص ۲۶۳ ج، بحوالہ نعیم بن حماد)

السلام علیکم! گھر کا دشمن حاضر ہے... آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں... گھر کے دشمن تو یہاں قدم قدم پر ملیں گے... اگر گھر کا دشمن میں نے پیش کر دیا تو کون سی بڑی بات ہے... کیا سمجھے...

اس کیا سمجھے سے ذرا بچ کر رہیے گا... اس سے آپ کی ملاقات ناول میں بھی ہونے والی ہے... اور پھر آپ سپنس کے قیدی بن کر رہ جائیں گے... اب آپ فاروق کی طرح کہہ اٹھیں گے... سپنس کے قیدی... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے... جی ہاں... ہونے کو کیا نہیں ہو سکتا... فی الحال آپ سپنس کے قیدی تو بنیں..... صرف اس کے لپیٹ میں آنے کی کوشش کریں... یہ اور بات ہے کہ یہ کوشش بھی آپ کو ناول کے ساتھ بہ جانے سے نہیں روک سکتی...

جی ہاں... ناول کی کہانی آپ کو اپنے ساتھ اس طرح بہالے جائے گی کہ آپ روکے نہیں رک سکیں گے... یہاں تک کہ ناول ختم ہو جائے گا... اس وقت آپ گھر کے دشمن سے نجات حاصل کر سکیں گے... لیکن نہیں... شاید ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم گھر کے دشمن سے نجات حاصل کر سکیں... پتا نہیں... وہ وقت کب آئے گا... آئے گا بھی یا نہیں... لیکن ہم دعا تو کر سکتے ہیں... آپ بھی کریں اور میں بھی کرتا ہوں... چلیے پھر اٹھائیں ہاتھ......

اشتیاق احمد

خبردار

"اس شخص کو میں نے کہیں دیکھا ہے۔"

تینوں ان کا جملہ سن کر چونک اٹھے..... اور اس سمت میں دیکھا... جدھر انسپکٹر جمشید دیکھ رہے تھے... نیلم ہوٹل کے ہال میں ان سے کچھ ہی فاصلے پر ایک شخص کھانا کھانے میں پوری طرح مگن تھا... اس حد تک مگن کہ جیسے اسے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے... کسی چیز کی کوئی پروا نہ ہو... چند لمحے اسے غور سے دیکھنے کے بعد آخر محمود نے کہا:

"جب کہ مجھے یہ جانا پہچانا نظر نہیں آرہا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے... کم از کم ہم نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔" فاروق نے اس کی تائید کی۔

"اور میں بھی یہی کہتی ہوں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"اور میرا دعویٰ ہے... میری طرح تم بھی اس شخص کو دیکھ چکے ہو... غور کرو... یہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے... دائیں ہاتھ کو بالکل حرکت نہیں دے رہا... جب یہ لقمہ منہ میں رکھتا ہے... تو اس کی پیشانی پر بہت سی لکیریں ابھر آتی ہیں... کیا میں نے یہ بات تم

لوگوں کو کبھی کسی شخص کے بارے میں نہیں بتائی۔"

"اوہ... اوہ... اوہ..." تینوں حیرت زدہ انداز میں بولے۔

"کیوں... اب یاد آیا۔"

"بالکل... ہم اس روز ہوٹل نیو مون میں کھانا کھا رہے تھے.. یہ کھانا کھانا بھی مجبوری تھا... ہم دراصل ایک مجرم کے تعاقب میں وہاں گئے تھے... وہ مجرم اچانک نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا... اور ہمیں ہال میں بیٹھنا پڑا تھا... نیو مون کے ڈائننگ ہال میں صرف وہ لوگ بیٹھ سکتے ہیں جنہیں کھانا کھانا ہو... جنہیں کھانا نہیں کھانا... وہ اس ہال میں بیٹھ ہی نہیں سکتے تھے... ان کے لیے الگ جگہیں وہاں موجود ہیں... اور وہ مجرم ہال میں داخل ہوا تھا اور کسی طرف نکلتا نظر نہیں آیا تھا... گویا اس نے اچانک اپنا حلیہ بدل لیا تھا... یا وہ پہلے میک اپ میں تھا... اس نے ہال میں داخل ہوتے ہی میک اپ اتار دیا تھا... شاید اس وجہ سے وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا... چنانچہ ہمیں وہاں بیٹھنا پڑا تھا اور کھانا کھانا پڑ گیا تھا... اور یہ شاید تین ماہ پہلے کی بات ہے۔"

"درست کہا... بالکل ٹھیک یاد آگیا تمہیں... اس دوران ہماری نظریں اس پر جم گئی تھیں، اس لیے کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا.. اس کا دایاں ہاتھ بالکل حرکت کرتا نظر نہیں آیا تھا.. اور جب منہ میں لقمہ ڈالتا تھا تو اس کی پیشانی پر بے شمار سلوٹیں پڑتی تھیں... ان دونوں باتوں کی وجہ سے ہی اسے آج پہچان سکا ہوں۔"

"اوہو... یہ... یہ کیا۔" فرزانہ چونک اٹھی۔

"کہاں کیا.. تم پہیلیاں تو نہ بجھوایا کرو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا میں نے کوئی پہیلی بیان کی ہے ابا جان۔" فرزانہ مسکرائی۔

"نن... نہیں۔" وہ بوکھلائے۔

"لیکن بات تو درمیان میں چھوڑی ہے۔" فاروق جل گیا۔

"اوہ ہاں... یہ ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں... اب اس کی آنکھوں میں خوف دیکھ رہی ہوں... اس نے ایک لمحے کے لیے اپنے بالکل سامنے دیکھا... اس کے بالکل سامنے چار بہت خوفناک آدمی کھڑے ہیں... ان کے چہروں پر ایک بے رحم سی مسکراہٹ ہے... وہ مسکراہٹ اس سے کچھ کہہ رہی ہے... اور لیجیے... وہ مشینی انداز میں اٹھ رہا ہے... اٹھ کر اس نے اپنا رخ ہوٹل کے اندرونی حصے کی طرف کر لیا ہے... وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے ہیں۔"

"حد ہو گئی... کیا تم کسی میچ کی کمنٹری سنا رہی ہو۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے... تم ان کے تعاقب میں چلے جاؤ۔" انسپکٹر جمشید نے سرسری آواز منہ سے نکالی۔

"مم... میں... یعنی کہ ہم... اور آپ...؟" محمود ہکلایا۔

"میری بات چھوڑو... اپنی بات کرو... تمہاری اپنی بات اس وقت کی یہ ہے کہ تمہیں ان کے پیچھے جانا چاہیے... کیا سمجھے۔"

"جی بس... یہی سمجھے کہ آبیل مجھے مار اسی کو کہتے ہیں۔"

"جاتے ہو یا۔" انہوں نے گویا دھمکی دی۔

"جی.. وہ تو جانا ہی ہوگا۔" فاروق بے چارگی کے عالم مسکرایا۔

اور تینوں اٹھ کھڑے ہوئے... وہ ہال سے نکل کر برآمدے میں چل رہے تھے... جبکہ وہ شخص برآمدے کا موڑ مڑ چکا تھا... انہوں نے رفتار بڑھادی، لیکن اس طرح کہ وہ چاروں محسوس نہ کر سکیں.. پھر وہ بھی مڑ گیا... انہوں نے رفتار اور بڑھائی اور برآمدے کے موڑ تک پہنچ گئے... انہوں نے دیکھا... اب وہ شخص نظر نہیں آرہا تھا اور وہ چاروں تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے... اور لفٹ انہیں اوپر جاتی نظر آرہی تھی... گویا پہلا شخص ان کے لفٹ تک پہنچنے سے پہلے لفٹ میں سوار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا... وہ چاروں لفٹ کے نیچے آنے کا انتظار کر رہے تھے... آخر لفٹ آگئی... وہ تیزی سے اس میں سوار ہو گئے.. لفٹ کے بٹن سے انہوں نے جان لیا کہ وہ تیسری منزل پر گیا ہے... محمود نے بھی لفٹ کی واپسی کے لیے بٹن دبادیا... جونہی لفٹ نیچے آئی... تینوں سوار ہو گئے اور تیسری منزل کا بٹن دبادیا... لفٹ رکتے ہی وہ باہر نکل آئے... دور تک برآمدہ سنسان پڑا تھا... نہ وہ اجنبی نظر آیا، نہ وہ چاروں۔

"اب کیا کریں... وہ لوگ تو اس طرح غائب ہیں... جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔" محمود نے منہ بنایا۔

"پہلے پورے برآمدے کا ایک چکر لگا لیا جائے... فرزانہ کے

کان شاید کام دکھا جائیں... اور کسی کمرے سے ان کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دے جائے۔" فاروق مسکرایا۔

"ضرور... کیوں نہیں... میرے کان حاضر ہیں۔" فرزانہ بولی۔

تینوں ایک سرے سے آخری سرے تک قدم اٹھاتے چلے گئے... پھر وہ واپس پلٹے اور لفٹ کے پاس آکر رک گئے۔

"کام نہیں بنا... اب دروازے سے کان لگائے بغیر چارہ نہیں۔"

"ہوں... ٹھیک ہے... یہ کام میں کروں گی... تم میرے دائیں بائیں اس طرح کھڑے ہوتے جانا کہ کوئی یہ نہ دیکھ سکے... میں دروازے سے کان لگا رہی ہوں۔"

"او کے۔" وہ دونوں بولے۔

پھر فرزانہ ایک ایک کمرے سے کان لگاتی آگے بڑھنے لگی... دونوں اس کے دائیں بائیں کھڑے ہوتے اور جب وہ دروازے سے الگ ہوتی تھی تو وہ بھی آگے قدم بڑھادیتے تھے... اس طرح ایک ایک کر کے وہ کمروں سے آگے گزرتے چلے گئے... یہاں تک کہ ایک کمرے سے آنے والی آوازوں نے فرزانہ کو چونکنے پر مجبور کر دیا۔

"اب تم بچ نہیں سکتے... بہت پریشان لیا ہے تم نے۔"

"شی... وہ اس کمرے میں ہیں۔" فرزانہ نے انہیں اشارے سے بتایا۔

"بہت خوب، مزا آگیا۔" دونوں بولے اور انہوں نے بھی دروازے سے کان لگا دیے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔"

ایک بھاری بھرکم آواز سن کر وہ بری طرح اچھلے۔

ان کے جانے کے بعد انسپکٹر جمشید اسی میز پر بیٹھے رہے... وہ اپنے جسم میں سنسنی خیز لہریں سی محسوس کر رہے تھے... اور یہ لہریں اس بات کی علامت تھیں کہ وہاں کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے... ایسے میں ان کی نظریں اس میز پر پڑیں... جس پر وہ اجنبی بیٹھا تھا... انہیں بہت حیرت ہوئی... وہاں کوئی چیز پڑی تھی... کاغذ میں لپٹی ہوئی...

انہوں نے ادھر ادھر دیکھا... کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا... وہ ایسے انداز میں اٹھے جیسے اچانک کوئی ضرورت پیش آگئی ہو... پھر جونہی اس میز کے پاس سے گزرنے لگے، ان کا پاؤں میز سے ٹکرا گیا اور وہ لڑکھڑ کر گرنے لگے... ان کا ایک ہاتھ میز پر جم گیا... اور دوسرا ہاتھ گویا خود کو بچانے کے لیے فرش کی طرف چلا گیا۔ ایک بیرا ان کی مدد کے لیے آگے بڑھا... اس وقت تک وہ اس چیز کو اٹھا چکے تھے...

"سنبھل کر جناب۔" بیرا بولا۔

"شکریہ... شکریہ..." وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولے..

پھر سیدھے کھڑے ہو گئے... اس وقت تک وہ اس چیز کو اپنے لباس میں چھپا چکے تھے اور شاید کسی کو اندازہ نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے کیا کیا ہے... لیکن ہال میں کم از کم ایک شخص ایسا ضرور تھا... جس کی نظریں ان پر بری طرح جمی تھیں... انسپکٹر جمشید وہیں سے آگے بڑھ گئے اور غسل خانوں کی طرف چلے گئے... ایک غسل خانے میں داخل ہو کر انہوں نے اس چیز کو فوراً اپنے کپڑوں میں چھپا لیا... اور اس طرح چھپایا کہ دیکھنے والوں کو پتا نہ چل سکے کہ انہوں نے کوئی چیز چھپا رکھی ہے... اب وہ واپس اپنی میز کی طرف بڑھے... لیکن فوراً ہی انہوں نے جان لیا کہ اب ایک سے زائد آدمی انہیں گھور رہے ہیں۔ یہ محسوس کرتے ہی وہ ہوٹل سے نکلنے کے لیے دروازے کی طرف بڑھے... اسی وقت ایک بیرا ان کے راستے میں کھڑا ہو گیا:

"جناب! آپ نے اب تک بل ادا نہیں کیا... آپ کے تینوں ساتھی پہلے ہی میز چھوڑ چکے ہیں۔"

"ہاہا... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" انسپکٹر جمشید ہنسے...

ہال میں بیٹھے لوگ ان کی آواز سن کر ادھر دیکھنے لگے۔

"کیا کہا... آپ نے... مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہاں! کم از کم میں اس کو خوش فہمی نہیں کہہ سکتا۔" وہ مسکرائے۔

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"یہ بات اس طرح ہوئی کہ... میں بل ادا کر چکا ہوں۔"

"کب اور کیسے؟"

"آپ نے میز کا جائزہ نہیں لیا..."

"وہ میں اب لے لیتا ہوں... ایسی کون سی بات ہے... میز پر کیا ہے۔"

"آپ کے ہوٹل کا بل میز پر موجود ہے..."

"نن نہیں۔" وہ چونکا۔

"دیکھ لیں جاکر۔"

بیرا فوراً میز تک گیا... وہاں ایک پلیٹ کے نیچے کرنسی نوٹ موجود تھے... اس نے جلدی جلدی ان کو گنا اور شرمندہ ہو کر بولا:

"مم... معاف کیجیے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔" یہ کہہ کر وہ پھر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

"بقایا تو لیتے جائیں۔"

"بقایا آپ ٹپ کے طور پر رکھ لیں۔"

یہ کہہ کر وہ ہوٹل سے نکل آئے..... ان کے پیچھے ہی چار غنڈوں جیسی شکلوں والے آدمی باہر نکلے..... اگرچہ انہوں نے انہیں دیکھ لیا تھا، لیکن انجان بن کر کار تک آئے..... کار میں بیٹھے اور ہوا ہو گئے... جلد ہی ایک سرخ کار ان کے تعاقب میں نکل کھڑی ہوئی..

یہ دیکھ کر وہ مسکرائے... انہوں نے رفتار بڑھانے کی کوئی کوشش نہیں کی... حالانکہ وہ چاہتے تو آسانی سے ان سے پیچھا چھڑا سکتے

تھے...

لمحہ بہ لمحہ سرخ کار ان سے نزدیک ہوتی چلی گئی... ادھر وہ شہر سے باہر جانے والے راستے کا رخ کر چکے تھے... تاکہ اطمینان سے ان لوگوں سے نبٹ سکیں...

شہر سے باہر جب سڑک سنسان ہو گئی... تو سرخ کار کی رفتار ایک دم بہت بڑھ گئی... اور پھر وہ ان کے برابر آ گئی... بلکہ آگے نکل گئی... آگے نکلتے ہی وہ سڑک پر ترچھی ہو کر رک گئی...

انہیں بھی یک دم بریک لگانا پڑے..... بریک بلند آواز میں چرچرائے اور پھر کار رک گئی...

"ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

سخت اور سرد آواز میں کہا گیا... ان کے ہاتھ اٹھ گئے...

... کیا

تینوں فنر کی طرح اچھلے... ایک لمبا تڑنگا خونخوار قسم کا آدمی انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"آپ... آپ کی تعریف۔" فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"کیکڑا۔" وہ بولا۔

"کیا کہا... کیکڑا... لل... لیکن آپ تو انسان نظر آتے ہیں.. یوں بھی کیکڑے اردو نہیں بولتے۔"

"بکو مت... یہ تم کیا کر رہے تھے۔"

"دیکھیے جناب! ذرا تمیز سے بات کریں۔"

"تمیز کی ایسی کی تیسی... تمہاری تو میں وہ درگت بناؤں گا کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔"

"خدا کا شکر ہے..... صرف چھٹی کا دودھ یاد آئے گا..... ساتویں یا آٹھویں کا نہیں۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"نویں دسویں کا بھی یاد آئے گا... فکر نہ کرو۔"

"لل... لیکن جناب! ہم نے کیا کیا ہے۔"

"میں اس ہوٹل کا سراغ رساں ہوں... ہوٹل میں آنے جانے والوں پر نظر رکھتا ہوں... کوئی غلط آدمی نظر آجائے تو اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیتا ہوں... اور میری نظروں میں تم لوگ بھی غلط آدمی ہو۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... ہم نے کیا غلط کام کیا ہے جناب۔"

"یہ تاک جھانک... ہوٹل کے گاہکوں کی باتیں چوری چھپے سننا... کیا یہ درست کام ہے۔"

"ہم بھی ہوٹل کو غلط آدمی سے بچانے کے لیے ایسا کر رہے ہیں... آپ کو تو ہماری تعریف کرنا چاہیے۔"

"کیا مطلب... وہ کیسے۔"

"اس کمرے میں چار آدمی مل کر ایک شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

"کیا واقعی۔" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"یقین نہیں تو دستک دے کر دیکھ لیں۔"

"او کے... پہلے ہم اندر دیکھیں گے... پھر میں تم لوگوں کو دکھاؤں گا۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔" فاروق نے دانت نکال دیے۔

"سارے دانت باہر آجائیں گے۔" وہ جل گیا۔

"کک... کیا کرنے کے لیے؟" فاروق چونکا۔

"کیا کہا.. کیا کرنے کے لیے؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں! کیا کرنے کے لیے باہر نکل آئیں گے۔"

"اپنے دانتوں سے ہی پوچھ لینا۔"

"مشورے کا شکریہ... مشورے پر عمل کریں گے۔"

اب کیکڑے نے دروازے پر دستک دی... انہیں یوں محسوس ہوا، جیسے اندر ایک دم خاموشی ہو گئی ہو... پھر کھسر پھسر کی آوازیں بھی فرزانہ کے کانوں میں آئیں... آخر کسی نے کہا:

"کون؟" اندر سے آواز سنائی دی۔

"میں اس ہوٹل کا سراغرساں ہوں... مہربانی فرما کر دروازہ کھولیے..."

"بات کیا ہے۔" اندر سے ایک بھاری بھر کم آواز سنائی دی۔

"آپ پہلے دروازہ کھولیں... پھر بات بتائیں گے... ویسے بات اہم ہے۔"

"اچھا، کھول رہے ہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا... محمود، فاروق اور فرزانہ نے ان چاروں کو دیکھا... جو تعاقب کرتے ہوئے آئے تھے... ان کی اوٹ میں وہ کھڑا تھا... جو انہیں جانا پہچانا لگا تھا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے... یہ کمرہ کس کا ہے۔"

"مم... میرا۔" وہ ہکلایا... جو جانا پہچانا لگا تھا۔

"آپ کی تعریف۔"

"میرا نام تنویر شاہد ہے..."

"اور آپ لوگ؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہم ان کے دوست ہیں... انہوں نے یہاں پہنچ کر ہمیں فون کیا تھا کہ یہ یہاں آئے ہوئے ہیں اور اس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں... لہٰذا ہم ان سے ملنے کے لیے آ گئے... کیا ایسا کرنا جرم ہے۔"

"بالکل نہیں... کیوں جناب... کیا یہی بات ہے؟"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔" اس نے قدرے مسکرا کر کہا، لیکن ان تینوں نے اس کی آنکھوں میں خوف صاف دیکھا۔

"لگتا تو نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا نہیں لگتا۔" کیکڑے نے جھلا کر کہا۔

"یہ کہ یہ آپس میں دوست ہوں... یہ تو ہال سے یک دم اٹھ کر اوپر آئے تھے اور ان چاروں نے ان کا تعاقب کیا تھا... ہم اس وقت ہال میں ہی تھے۔"

"وہ دراصل جب ہم ہال میں داخل ہوئے تو یہ ہمیں نظر نہیں آئے... انہیں تلاش کرنے کے سلسلے میں ہم بھی ایک میز پر بیٹھ گئے... یہ آپ کو پتا ہی ہے... یہاں پہنچنے والوں کو کھانا کھانا پڑتا ہے... لہٰذا ہمیں کھانا منگوانا پڑ گیا... ابھی ہم کھا رہے تھے کہ ان پر نظر پڑ گئی... عین اس وقت یہ اٹھ کر اس طرف آ گئے... لہٰذا ہمیں بھی ان کے پیچھے آنا پڑا۔"

"جواب معقول ہے.. اب تم کیا کہتے ہو جاسوس صاحبان۔"

کیکڑے نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو... لیکن ہم نے یہی سمجھا تھا کہ یہ چاروں انہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"آپ نے ہوٹل کے معاملات میں دخل اندازی کی ہے... آپ کو میرے دفتر تک چلنا ہو گا۔" کیکڑے نے انہیں گھورا۔

"اچھی بات ہے... لیکن پہلے ان سے تو بات کر لی جائے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ان سے اب کیا بات کر لی جائے... ایسا کوئی چکر نہیں... جو آپ کہہ رہے ہیں۔"

"ہوں... خیر... آپ ذرا ان چاروں کی تلاشی لے لیں۔"

"کیا کہا... تلاشی۔" چاروں ایک ساتھ بولے... چہروں پر گھبراہٹ نظر آئی۔

"ہاں! تلاشی... ہو سکتا ہے... تنویر صاحب پر اس وقت بھی ان میں سے کسی کی جیب میں پستول رکھا ہوا ہو... لہٰذا یہ جھوٹ بولنے پر مجبور ہوں۔"

"تم لوگ دن رات جاسوسی ناول تو نہیں پڑھتے رہتے۔" کیکڑے نے طنزیہ کہا۔

"نن نہیں... ہم دن رات جاسوسی کرتے رہتے ہیں... جب کرتے رہنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے تو پڑھنے کی کیا ضرورت"

"پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو... تمہیں میرے کمرے تک چلنا

ہو گا۔"

"پہلے آپ کو انہیں چیک کرنا ہو گا... ان کی تلاشی لیں۔" فرزانہ نے سرد آواز میں کہا۔

"یہ... یہ تم مجھ سے کس لہجے میں بات کر رہی ہو... میں ایک ریٹائر پولیس آفیسر ہوں اور اس ہوٹل کا سراغرساں ہوں... جس پر شک پڑ جائے... میں اسے پولیس بلا کر گرفتار کرا سکتا ہوں۔" اس نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"مر گئے... گرفتار کرنے والے۔" فاروق نے ہانک لگائی۔

"مر گئے... گرفتار کرنے والے... یہ کیا بات ہوئی... یہ آپ کو کہہ رہے ہیں... کیا آپ مر گئے۔" چار میں سے ایک نے اسے غصہ دلانے کے لیے کہا۔

"تلاشی تو تم لوگوں کو پھر بھی دینا ہو گی۔" محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب... کیسی تلاشی۔" کیکڑا چونکا۔

"تلاشی کا مطلب... تلاشی ہوتا ہے... آپ چاروں کی تلاشی لیں... ورنہ اگر یہاں کوئی واردات ہو گئی تو آپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔"

"مم... مجھے لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔"

"ہاں! آپ کو.. اور کیا ہمیں پڑیں گے... لینے کے دینے۔" فاروق جھلا کر بولا۔

"تم لوگ پاگل تو نہیں ہو۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں... ہم دوسروں کو پاگل کر دینے میں ماہر ہیں... خود کیوں ہونے لگے پاگل۔"

"حد ہو گئی... میں کن لوگوں میں پھنس گیا... چلو باہر نکلو۔"

"ہرگز نہیں... پہلے یہ چاروں تلاشی دیں گے۔"

"اوہو... حد ہو گئی۔" کیکڑا اچھل اٹھا۔

"ہو گئی ہو گی حد... اس کا کیا ہے... وہ تو ہوتی ہی رہتی ہے۔"

"کیا ہوتی رہتی ہے... کس کا کیا ہے۔" کیکڑے نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"حد ہوتی رہتی ہے... حد کا کیا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"تم ضرور پاگل ہو۔"

"ڈاکٹری سرٹیفیکیٹ دکھائیں۔" فاروق تڑ سے بولا۔

"یار فاروق... وقت برباد ہو رہا ہے۔" محمود جھلا کر بولا۔

"اوہ اچھا... تو اسے آباد کر دینا۔" وہ چونکا۔

محمود نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"لیجیے... وقت کو آباد کرنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا جا رہا ہے... ہے کوئی تک۔"

"اب اور کیا کروں... منہ میں ہاتھ ڈالوں۔" محمود جل گیا... پھر اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس نے سرد آواز میں کہا:

"تم چاروں ہاتھ اوپر اٹھا دو... اور مسٹر کیکڑے... تم اپنی جگہ کھڑے رہو... تمہاری وجہ سے اگر ہمارے کام میں خلل پڑا... تو

پھر ہم بہت بری طرح پیش آئیں گے۔"

"اوہ سمجھا..." کیکڑا اسرار دار اور شکستہ آواز میں بولا۔

"کیا سمجھے؟"

"یہ کہ تم ڈاکو ہو۔"

"بالکل غلط سمجھے ہو... ہم صرف ان کی تلاشی لیں گے۔"

اس وقت تک خوف زدہ انداز میں ان چاروں نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے تھے۔

"فاروق... ان کی تلاشی لو۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔" وہ مسکرایا۔

اب اس نے تلاشی لی... اور ان چاروں کی جیب سے پستول نکال لیے... چار عدد ننھے منے پستول دیکھ کر کیکڑے کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

"ک... کیا یہ... نقلی ہیں۔" وہ بولا۔

"حد ہو گئی... آپ نے تو بتایا تھا کہ آپ پولیس آفیسر ہیں... اتنا بھی نہیں پہچان سکتے کہ یہ پستول اصل ہیں یا نقل۔"

"بس... کیا کہوں... میرے زمانے میں اتنے چھوٹے پستول نہیں ہوتے تھے۔" وہ شرما گیا۔

"یہ سو فیصد اصل ہیں... اگر ان میں سے ایک کو بھی آپ نقلی ثابت کر دیں تو ہم آپ سے معافی مانگ لیں گے۔"

"ہوں خیر... اب بتاؤ... یہ کیا چکر ہے... پستول لیے کیوں

پھر رہے ہو... کیا ان کے لائسنس ہیں۔"

"ہیں... لیکن گھر ہیں... یہاں نہیں... لائسنس دیکھنے کے لیے آپ کو ہمارے گھر چلنا ہو گا۔"

"کیا آپ لوگ ایک گھر میں رہتے ہیں۔" محمود نے پوچھا۔

"ہاں بالکل..."

"تو پھر آپ میں سے ایک جا کر لائسنس لے آئے۔"

"اچھی بات ہے... میں جا کر لے آتا ہوں۔"

"اس میں بہت دیر لگ جائے گی۔" کیکڑے نے منہ بنایا۔

"لگتی ہے تو لگ جائے... آپ کو جلدی ہے تو جا کر ہوٹل کا کام دیکھیں... ہم ان کے لائسنس دیکھیں گے۔" محمود نے سرد آواز میں کہا۔

"اب کیکڑا چونکا... اور ان کی طرف بغور دیکھا... پھر وہ بری طرح اچھلا...

"ارے... آپ... آپ تو وہ ہیں۔"

"کک... کون وہ۔" وہ چاروں بولے۔

"انسپکٹر جمشید کے بچے... محمود، فاروق اور فرزانہ۔"

"کیا!!!" چاروں مارے خوف کے پکار اٹھے...

اور انہوں نے جانے پہچانے آدمی پر بھی بجلی چمکتے دیکھی۔

... چیز
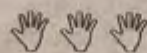
ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے... چہرے پر خوف نظر آیا...

"کیا بات ہے جناب... آپ لوگ ڈاکو تو نہیں ہیں۔"

"ڈاکو ہی سمجھ لیں... وہ کاغذ میں لپٹی چیز کہاں ہے۔"

"کک... کون سی چیز؟" وہ چونک کر بولے۔

"جو آپ نے ہوٹل نیو مون کے ہال کی ایک میز کے نیچے سے اٹھائی ہے۔"

"اوہ اچھا... تو تم وہ چیز چاہتے ہو۔"

"ہاں! چاہتے تو ہیں۔"

"اس میں ہے کیا... میں نے تو ابھی کھول کر بھی نہیں دیکھا" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کھول کر دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں... کیونکہ اس صورت میں... تم اپنی جان سے جاؤ گے۔"

"اوہ... تب تو میں ضرور دیکھوں گا۔" وہ خوش ہو کر بولے۔

"کیا مطلب... کیا تمہیں اپنی جان کی پروا نہیں۔"

"نہیں... اس لیے کہ جان تو ایک دن جا کر رہے گی... ایسی

چیز کی کیا پرواکرنا۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"اس کی تلاشی لو۔"

"نہیں ملے گی۔"

"کیا نہیں ملے گی۔"

"وہ چیز... جو کاغذ میں لپٹی ہوئی ہے۔"

"اوہ... نہیں۔" وہ مارے خوف کے بولے۔

"کیا اوہ نہیں۔

کیا تم وہ کہیں گرا آئے ہو...." لہجے میں خوف اور ابھر آیا۔

"نہیں... چیز میرے پاس ہے... لیکن تم اس کو تلاش نہیں کر سکو گے۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"یقین... نہیں تو تجربہ کر لو...."

"تلاشی لو... بہت باتیں کر رہا ہے۔" ایک غرایا۔

ان کی تلاشی لی گئی..... انہوں نے کوئی رکاوٹ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔

"نہیں ہے... سب جیبیں دیکھ چکے ہیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے... اس نے وہ اٹھا کر اپنے لباس میں چھپائی تھی۔"

"تب پھر کپڑے اتارنے پڑیں گے۔"

"یہ... یہ نہیں ہو گا۔" وہ گھبرا گئے۔

"کیوں... کیا بات ہے۔"

"مجھے کپڑے اتارتے ہوئے شرم آئے گی۔"

"ارے! کیا تم عورت ہو۔" دوسرا ہنسا۔

"ہوں تو میں مرد... لیکن شرماتا بہت ہوں۔"

"خیر خیر... شرمالو... ہمیں کوئی اعتراض نہیں... چلو کپڑے اتارو۔"

"جانے دو بھائی... کیوں شرمندہ کرتے ہو مجھے۔"

"یہ شرمندہ ہونے والی کون سی بات ہے۔" وہ مسکرائے۔

"تم پاگل تو نہیں ہو... ضرور یہی بات ہے... اس کے کپڑے خود اتار دو، ورنہ یہ وقت ضائع کرے گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

دو ان کی طرف بڑھے... وہ اچھل کر کار سے جا لگے...

"نن نہیں... نہیں۔" ساتھ میں وہ چلائے۔

"دیکھو... لگے ڈرنے.. اب بھی وقت ہے.. وہ چیز نکال دو۔"

"اچھا ٹھیک ہے... واپس ہوٹل چلو۔"

"کیا کہا... واپس ہوٹل چلیں۔"

"ہاں! ہوٹل میں چلیں... وہ چیز وہیں نکال کر دوں گا۔"

"اس کا مطلب ہے... تم نے وہیں کہیں چھوڑی تھی۔"

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کیا بات ہے... تم خاموش ہو گئے۔"

"میں اب اور کیا کروں۔"

"کیوں کیوں... خیر تو ہے۔"

"آپ لوگ تلاشی لینا چاہتے ہیں اور میں دینا نہیں چاہتا... لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہوٹل چل کر فیصلہ کر لیں۔"

"وہاں فیصلہ کیسے ہو گا۔"

"کسی نہ کسی طرح کر لیں گے... ہوٹل کے منیجر کو درمیان میں ڈال لیں گے۔"

"میرا خیال ہے... اس میں کوئی حرج نہیں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا... یہاں یہ ہمارے قابو میں ہے... کپڑے اتارو اس کے..."

"نن نہیں..." وہ بوکھلا اٹھے۔

پھر ان میں سے تین ان کی طرف بڑھے... اور انہیں دبوچ لینا چاہا... لیکن تینوں کے ہاتھ کار پر پڑے... جب کہ وہ الگ کھڑے نظر آئے...

"یہ... یہ کیا ہوا۔" چوتھا حیران ہو کر بولا۔

"کچھ نہیں... بس یہ چکر دے گیا... اب ہم پہلے اسے پکڑیں گے... پھر لباس اتاریں گے۔"

"اوہ... نن نہیں۔" انسپکٹر جمشید ہکلائے۔

"پکڑو... جلدی کرو... یہ وقت ضائع کر رہا ہے۔"

اوہ اچھا..."

اب وہ ان کی طرف مڑ گئے... اور آگے بڑھے... پھر ایک دم جھپٹے... لیکن وہ ایک بار پھر دور کھڑے نظر آئے... بلکہ اب وہ زیادہ دور کھڑے ہوئے تھے... ان کے چہروں پر غصہ آ گیا... طیش میں آ کر وہ ان کی طرف دوڑ پڑے... انہوں نے بھی دوڑ لگا دی... اور ایک درخت کے پیچھے اوٹ لے لی... جونہی وہ ان کے نزدیک پہنچے... ان میں سے ایک کی کنپٹی پر مکا رسید کر دیا... وہ تیورا کر گرا...

"ارے... یہ کیا ہوا۔"

"یہ وہی ہوا... جس کو ہونا تھا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"پکڑ لو... مار ڈالو... پروا نہ کرو۔"

"کیسے پکڑ لیں... کیسے پروا نہ کریں... کیسے مار ڈالیں... ساتھ میں کوئی ترکیب بھی تو بتاؤ۔"

"ٹھہرو... اب میں آتا ہوں... دیکھتا ہوں... کیا چیز ہے یہ۔"

وہ چاروں ان پر بری طرح حملہ آور ہوئے... انسپکٹر جمشید نے اچھل کر خود کو ان کی زد سے بچایا...

"دیکھو بھئی... چوٹ کھاؤ گے... پھر نہ کہنا... بتایا نہیں تھا۔"

"دیکھ لیں گے... ہم تمہیں دیکھ لیں گے۔"

"تو اب تک کیا کرتے رہے ہو.. آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔"

وہ بھنا کر بولے۔

"نبٹ لیں گے... فکر نہ کرو۔"

"اچھا نہیں کرتے... بٹو پھر۔" انہوں نے منہ بنایا۔

وہ یکبارگی حملہ آور ہوئے... اور بہت خوفناک انداز میں لاتیں اور گھونسے چلائے... اور آپس میں ایک دوسرے کے کھا بیٹھے کیونکہ وہ تو ان کے درمیان سے نکل گئے تھے۔ وہ چوٹیں کھا کر ادھر ادھر گرے... ایسے میں ایک درخت کے پیچھے سے آواز ابھری:

"افسوس ہوا... دکھ ہوا... میں نے کیسے لوگوں کو ملازم رکھا ہوا ہے۔"

وہ چاروں یہ آواز سن کر بری طرح اچھلے... انسپکٹر جمشید نے آواز کی سمت دیکھا... لیکن بولنے والا نظر نہ آیا... وہ تو درخت کی اوٹ میں تھا۔

"ب... باس... باس آپ۔"

"ہاں! نالائقو... میں نے تمہارے لڑنے کا انداز دیکھا ہے.. کیا تمہیں اس چیز کی تنخواہ دیتا ہوں۔"

"نن نہیں باس بس... ہم تو اس سے مذاق کر رہے تھے۔"

"اور ایسے مذاق کا کیا فائدہ... کہ تم اب تک اس سے اپنی چیز بھی حاصل نہیں کر سکے۔" وہ بولا۔

"اپنی چیز کیا مطلب... یہ چیز تو اس نوجوان کی ہے... جو ہوٹل میں بیٹھا تھا۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! یہ اس کی تھی... لیکن اس سے پہلے ہم نے خرید لی تھی... اس نے دھوکا کیا... قیمت لے کر بھی چیز ہمارے حوالے نہ کی... لہٰذا ہم نے اس سے چھیننے کی کوشش کی... درمیان میں آ گئے آپ... ویسے آپ ہیں کون؟"

"بس کچھ نہ پوچھیں... جب تک آپ نام نہیں پوچھیں گے، کچھ نہ کچھ کرنے کے قابل رہیں گے... لیکن جونہی آپ نے نام سنا... آپ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں گے... لہٰذا نام رہنے ہی دیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں... میں بڑے سے بڑے تیس مار خاں کا نام سننے کی ہمت اپنے اندر رکھتا ہوں۔"

"او کے... پھر مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

اور انہیں یوں لگا جیسے ان کے جسموں سے جان نکل گئی ہو۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"کک... کچھ نہیں... آپ کا نام سن کر ہم نے خوف محسوس نہیں کیا۔" درخت کے پیچھے چھپا ہوا شخص بولا۔

"خوب! تو پھر آؤ... اور مجھ سے وہ چیز چھین لو۔"

"تم نے سنا... انسپکٹر جمشید تمہیں دعوت دے رہے ہیں... ان کی دعوت قبول کر لو... اور وہ چیز ان سے چھین لو۔"

"نن نہیں... باس نہیں۔" وہ ہکلائے... ان کی آوازوں میں خوف تھا۔

"ڈر گئے... انسپکٹر جمشید سے... حد ہو گئی۔"

"ہاں باس ڈر گئے... ہم ان سے نہیں لڑ سکتے... اور لڑے بغیر وہ چیز حاصل نہیں کی جا سکتی ہے۔"

"تب پھر... تم ایک طرف ہو جاؤ بزدلو... اور دیکھو... میں کس طرح شکست دیتا ہوں انہیں... یہ لڑائی... تمہیں یاد رہے گی... انہیں بھی نہیں بھولے گی۔"

"آخر وہ چیز ہے کیا۔" انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"کھول کر دیکھ لیں... روکا کس نے ہے۔"

"اب یہ کام میں گھر جا کر کروں گا۔"

"نہیں کر سکو گے... کیونکہ میں وہ چیز تم سے چھین کر لے جاؤں گا۔"

"بھئی... باتیں تو سبھی بڑھ بڑھ کر کر لیتے ہیں... ہاتھ پیر ہلاؤ تو جانیں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی فائر ہوا... انسپکٹر جمشید دھڑام سے گرے۔

"ارے یہ کیا... پہلی گولی سے ہی گر پڑے۔" وہ ہنسا۔

"نہیں... گرنے کی مشق کر رہا تھا۔" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھتے نظر آئے... ابھی پوری طرح اٹھے نہیں تھے کہ اس نے دوسرا فائر کر دیا... وہ پھر گرے۔

"اب آپ گئے کام سے۔"

"ابھی نہیں۔" وہ بولے... اور پھر اٹھے۔

اس نے تیسرا فائر کیا، اس بار وہ لڑھک گئے اور لڑھکتے ہوئے ایک درخت کی اوٹ میں چلے گئے۔

"یہ کیا ڈر گئے آپ تو۔"

"نہیں یہ بات نہیں تم بلاوجہ گولیاں ضائع کر رہے ہو... میں نے سوچا... اس طرح تمہاری گولیاں ہی بچ جائیں گی۔"

"ہاہاہا... میرے پستول کی گولیوں کا فکر کھائے جا رہا ہے انسپکٹر جمشید کو... اور اپنی جان کی پروا نہیں۔"

"پروا ہے... ہے کیوں نہیں... تم جیسے چوہوں کے مقابلے میں گولیاں ضائع نہیں کراتا... نہ اپنی... نہ تم جیسوں کی۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"اچھا یہ لو... کر لو شوق پورا۔"

وہ سامنے آ گئے.. اس نے پھر فائر کیا.. وہ جھکائی دے گئے... پھر تو وہ اوپر نیچے فائر کرتا چلا گیا... یہاں تک کہ اس کا پستول خالی ہو گیا... درختوں کے پیچھے چھپے اس کے چاروں ساتھیوں کی آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں... کیونکہ اس قدر حیرت انگیز مقابلہ انہوں نے شاید پہلی مرتبہ دیکھا تھا... وہ تمام کی تمام گولیاں نہایت آسانی سے بچا گئے تھے۔

"بہتر تھا کہ تم اپنے پستول میں ایک گولی بچا لیتے... افسوس..

تم نے ایسا نہیں کیا۔" انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"کک... کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ شاید تم اپنے آپ کو گولی مارنا پسند کرو... یہ گولی کہاں سے لاؤ گے۔"

"ایسی بات نہیں... میرا صرف پستول خالی ہوا... ہاتھ پیر سلامت ہیں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"ارے... تو کیا اب تم ہاتھوں اور پیروں سے لڑو گے۔"

"ہاں! اور مجھ سے ماہر بہت کم تم نے دیکھے ہوں گے۔"

"چلو آج دیکھ لوں گا۔" وہ بولے۔

اچانک وہ درخت کے پیچھے سے نکل آیا... وہ ایک نقاب پوش تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں پر لوہے کے مکے چڑھے ہوئے تھے... اور چمڑے کا کور کہنیوں تک تھا۔ دونوں کو باکسروں کے انداز میں آگے کرتے ہوئے وہ ان کی طرف بڑھنے لگا...

"ارے ارے... یہ کیا بھئی۔" انسپکٹر جمشید حیرت زدہ رہ گئے... ان کی نظریں نقاب پوش کے پیچھے دیکھ رہی تھیں۔
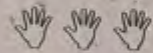
مزا آگیا...

"کک... کیا یہ واقعی آپ ہیں۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"کک... کیوں... کیا بات ہے۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں آپ لوگوں کے پاس پہنچنے کے لیے کس قدر بے چین تھا... لیکن یہ لوگ مجھے آپ تک آنے ہی نہیں دے رہے تھے۔"

"آخر کیوں؟"

"ایک چیز کی وجہ سے... لیکن افسوس... اب وہ چیز میرے پاس نہیں... وہ میں اپنی میز کے نیچے رکھ آیا تھا۔"

"کیا!!!" چاروں غنڈے چلائے اور پھر دوڑ پڑے... آن کی آن میں وہ کمرے سے نکل کر لفٹ کی طرف جاتے نظر آئے...

"نن نہیں... نہیں۔" سراغرساں نے بوکھلا کر کہا اور خود بھی ان کے پیچھے دوڑنے لگا... یہ دیکھ کر فاروق نے ہانک لگائی:

"ارے میاں... یہ کیا... آپ کہاں جا رہے ہیں... اس چیز کا آپ سے کیا تعلق۔"

لیکن وہ بھلا کہاں رکنے والا تھا... جلد ہی نظروں سے اوجھل

ہو گیا۔

"یہ... یہ کیا ہوا... یہ شخص اس چیز کو ہال میں چھوڑ آیا۔" محمود بولا۔

"لیکن وہ چیز ہے کیا۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"پتا نہیں... یہ تو یہی بتا سکتے ہیں۔"

"جائیے... جائیے... جلدی پہنچ جائیں... اس سے پہلے کہ وہ چیز ان لوگوں کے ہاتھ لگے... آپ اس چیز کو حاصل کر لیجیے۔"

"پہلے آپ یہ بتائیں... وہ ہے کیا۔"

"اوہو... وہ اس کو لے اڑیں گے۔" وہ چیخا۔

"تو اڑا لیں... جب تک آپ بتائیں گے نہیں کہ وہ کیا ہے... ہم نہیں جائیں گے۔"

"اف مالک! اب میں کیا کروں۔"

"صبر.. اس لیے کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔" فاروق بولا۔

"حد ہو گئی... کیا آپ واقعی انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"اس میں تو خیر کوئی شک نہیں۔"

"تو پھر کوئی کام دکھائیں۔"

"پہلے آپ بتائیں۔"

"وہ... وہ... نہیں... میں نہیں بتا سکتا... خدا کے لیے میری مدد کریں، میرے لیے وہ چیز ان سے چھین لیں۔"

"وہ ان کے پاس کب ہے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"اب تک وہ نیچے جا چکے ہوں گے اور میز کے نیچے سے وہ چیز اٹھا چکے ہوں گے... لہٰذا وہ اب ان کے پاس ہے... آپ جائیں اور وہ ان سے حاصل کر لیں... اگر آپ یہ نہیں کریں گے، تب پھر آپ کا دعویٰ غلط ہے۔" اس نے بلا کی رفتار سے کہا۔

"کون سا دعویٰ۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ کہ آپ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"حد ہو گئی... آپ کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں... اچھا خیر... ہم ان سے وہ چیز لے آتے ہیں جا کر۔" محمود نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔"

"لیکن ہم وہ آپ کو نہیں دیں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"ابھی تو آپ نے کہا تھا... یہ ہوئی نا بات۔"

"وہ پہلے کہا تھا... آپ کا جملہ سننے سے پہلے۔"

"آپ وہ مجھے کیوں نہیں دیں گے۔"

"جب تک آپ ہمیں اس کے بارے میں بتائیں گے نہیں.. ہم وہ آپ کو نہیں دیں گے... اگر یہ بات منظور ہے... تو ہم وہ ان سے چھین لیتے ہیں... ورنہ پھر ان کے پاس ہی رہنے دیتے ہیں۔"

"نہیں نہیں... آپ پہلے لے تو آئیں... پھر دیکھا جائے گا۔"

"آپ نے اپنا کیا نام بتایا۔" فاروق نے پوچھا۔

"اف... وہ تو چیز حاصل کرتے ہی ہوٹل سے اڑنچھو ہو جائیں گے اور آپ یہاں باتیں بگھار رہے ہیں۔"

"تو آپ بھی سیدھی طرح ہماری بات کا جواب نہیں دے رہے۔"

"جب تک وہ آپ لے نہیں آتے... میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"او کے... ہم جا رہے ہیں... آپ بھی کیا یاد کریں گے۔"

انہوں نے اپنے رخ دروازے کی طرف کیے ہی تھے کہ دوڑتے قدموں کی آوازیں ابھریں۔ وہ چونک اٹھے... مڑ کر دیکھا تو وہی لوگ چلے آ رہے تھے... وہ دھک سے رہ گئے...

پھر وہ کمرے میں داخل ہوئے... اب ان کی نظریں تنویر شاہد پر جمی تھیں... اور ان کے چہروں پر بے تحاشہ غصہ تھا۔

"کیوں... کیا بات ہے... کیا ہوا؟" وہ ہکلایا۔

"تو تم نے جھوٹ بولا تھا۔" ایک نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"جھوٹ... کیا مطلب... میں نے کیا جھوٹ بولا تھا؟"

"وہ چیز میز کے نیچے نہیں ملی۔"

"تب وہ وہاں سے کسی نے اٹھالی... اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب؟"

"اگر ہمارے والد نیچے ہال میں نہیں ہیں... تو اس کا مطلب ہے... وہ چیز اب ان کے پاس ہے..." اس نے کہا۔

"یہ کیسے معلوم ہو کہ وہ نیچے ہال میں ہیں یا نہیں۔"

"میں دیکھ آتا ہوں جا کر۔" محمود نے کہا اور جانے کے لیے قدم اٹھائے۔

"کوئی ضرورت نہیں۔" ان میں سے ایک نے پستول نکال لیا۔

"کیا مطلب؟" فاروق چونکا۔

"کس بات کا مطلب بتائیں۔"

"کس بات کی ضرورت نہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"نیچے جا کر دیکھنے کی... اس لیے کہ تم لوگوں کے والد نیچے نہیں ہیں۔"

"اوہ... تب وہ چیز وہی لے گئے ہیں... آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔" محمود نے تنویر شاہد سے کہا۔

"وہ بعد کی بات ہے... پہلے یہ تو یقین ہو جائے... کہ وہ چیز اب انہی کے پاس ہے۔"

"ناممکن۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"ان کے تعاقب میں ہمارے چار ساتھی گئے ہیں... اور وہ چاروں بہترین نشانے باز اور زبردست لڑاکے ہیں... لہٰذا وہ انسپکٹر

جمشید کو پار نہیں لگنے دیں گے ... وہ تو مار مار کر انہیں کر دیں گے ادھ موا۔"

"نن نہیں۔" وہ ہکلائے ... حالانکہ وہ جانتے تھے... ان کے والد ان چاروں کے قابو میں آنے والے نہیں ہو سکتے۔

"بس گھبرا گئے ..."

"گھبرائیں نہ تو کیا کریں ... لیکن اس میں ہے کیا ... پلیز جلدی بتادیں۔" محمود نے تنویر شاہد کی طرف دیکھا۔

"میں بتاؤں گا ضرور ... لیکن صرف آپ لوگوں کو ... ان کے سامنے نہیں۔"

"اوہ اچھا ... آپ نے سنا ... مہربانی فرما کر آپ یہاں سے چلے جائیں ... تاکہ یہ بتا سکیں۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"نہیں ... بالکل نہیں چلا ... جب چلے گا ... بتادیں گے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"مسٹر تنویر شاہد ... یا جو کچھ بھی تمہارا نام ہے ... میں تین تک گنوں گا ... اگر تم نے بتادیا کہ وہ پیکٹ کہاں ہے ... تب تو میں گولی نہیں چلاؤں گا ... ورنہ تم گئے اس دنیا سے۔" ان میں سے ایک نے غرا کر کہا اور پستول اس کے سینے کی طرف کر دیا۔

"ایک منٹ! یہ آپ نے کیا کہا ... تنویر شاہد یا جو کچھ بھی تمہارا نام ہے ... یہ کیا بات ہوئی ... کیا یہ ان کا اصل نام نہیں ہے۔"

"اس بات کا امکان ہے ... کہ یہ ان کا اصل نام نہ ہو ... لیکن ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ... نام ان کا کچھ بھی ہو ..." ایک لمحے کے لیے رک کر اس نے کہا:

"ایک ... دو ... تین۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی فاروق کا ہاتھ حرکت میں آیا ... اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو اس نے پستول والے کے ہاتھ پر کھینچ ماری ... اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی ... پستول ہاتھ سے نکل کر ہوا میں اچھلا، جسے فرزانہ نے کیچ کر لیا ...

"بہت خوب! فرزانہ ..." محمود نے اس کی تعریف کی۔

"شکریہ محمود۔" اس نے کہا، پھر ان لوگوں سے بولی:

"تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھادو۔"

انہوں نے ہاتھ نہ اٹھائے ...

"تم نے سنا نہیں ... میں نے کیا کہا ہے۔"

"نہیں سنا ... نہ ہم سنیں گے ... ہم اس شخص کو چھٹی کا دودھ ضرور یاد دلائیں گے۔"

"اب اگر تم میں سے کسی کا ہاتھ اس کی طرف بڑھا تو پھر ہم بھی تم لوگوں پر گولی چلائیں گے۔"

"ہاہاہا۔" وہ ہنسا ... جس نے فائر کرنے کی کوشش کی تھی۔

"یہ ہنسی کہاں سے ٹپک پڑی۔"

"اس پستول میں بس وہی ایک گولی تھی ... اب یہ خالی ہے۔"

"تو کیا ہوا... ہمارے پاس اپنے پستول ہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی محمود کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

"اس کے باوجود ہم ہاتھ نہیں اٹھائیں گے... ہاتھ اٹھائیں گے تو اس کی مرمت کے لیے۔"

"آخر اس بے چارے نے کیا کیا ہے..." فاروق نے بھنا کر پوچھا۔

"اس نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے۔"

"تو تم کیا چاہتے ہو... یہ تمہارا دم میں ناک کرے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"نہیں... ہم چاہتے ہیں... یہ ہماری بات مان لے... وہ چیز ہمارے حوالے کر دے۔"

"آپ بتا دیں... وہ کیا چیز ہے۔"

"میری عمر بھر کی کمائی۔"

"عمر بھر کی کمائی... آخر وہ کیا ہے۔"

"ان کے سامنے نہیں بتاؤں گا۔"

"اگر انہیں معلوم نہیں... تو پھر آپ کے پیچھے کس طرح پڑے ہوئے ہیں۔"

"ان کے باس کو معلوم ہے۔"

"اور ان کا باس کون ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم... لیکن اس نے فون پر مجھے بتا دیا تھا کہ وہ

جانتا ہے... میرے پاس کون سی چیز ہے۔"

"اسے کیسے معلوم ہوا؟"

"اس پر میں اب تک حیران ہوں۔"

"جب تک آپ پوری بات نہیں بتائیں گے... اس وقت تک ہم نہ آپ کے لیے کچھ کر سکتے ہیں... نہ ان کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

"تب پھر ان سے جلد از جلد پیچھا چھڑا لیں اور مجھے اپنے گھر لے چلیں... میں انسپکٹر صاحب کے سامنے بتاؤں گا..."

"اور اگر وہ چیز ان کے ہاتھ نہ لگی ہو... تب؟"

"تب یہ میری بہت بڑی بدقسمتی ہو گی۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"آمین۔" وہ بولا۔

ساتھ ہی فرزانہ نے پستول ایک کے سر پر کھینچ مارا... ادھر فاروق اور محمود اچھل کر باقی تینوں پر حملہ آور ہوئے... فرزانہ نے بھی چھلانگ لگا دی.. اس طرح کمرے میں گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔

محمود نے اس پر چھلانگ لگائی تھی... جس کے ہاتھ سے پستول نکلا تھا... وہ پہلے ہی اپنا ہاتھ پکڑے سی سی کر رہا تھا... وہ چیز جو اس کے ہاتھ میں لگی تھی... ایک لوہے کی گولی تھی... جس میں چند نوکیں ابھری ہوئی تھیں... نوک اس کے ہاتھ کی پشت پر لگی تھی اور اس سے خون تیزی سے بہ رہا تھا، ایسے میں محمود اس پر پل پڑا... اس

کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی اور وہ محمود کی صرف دو تین لاتیں کھانے کے بعد ہی بے سدھ ہو گیا... اس سے فارغ ہو کر اس نے باقی تین پر نظر ڈالی... فاروق ایک وقت میں دو سے بھڑا ہوا تھا... اور دونوں پر بھاری پڑ رہا تھا... لیکن پھر بھی محمود نے اس کی مدد کرنے کے لیے ایک کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا اور پیچھے کی طرف جھٹکا دیا... تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی... اب فاروق کے مقابلے پر ایک رہ گیا تھا... یہ دیکھ کر اس نے ایک قلابازی کھائی اور اس کے دونوں پیر اس کے سینے پر جا لگے... وہ الٹ گیا... اب دونوں نے فرزانہ کی طرف دیکھا... اس کے مقابلے پر کافی طاقتور دشمن تھا... تاہم وہ لڑکی بے جگری سے اس سے مکوں اور لاتوں کا تبادلہ کر رہی تھی... دونوں اس کی مدد کے لیے آگے بڑھے ہی تھے کہ وہ بولی:

"نہیں... رہنے دو... اسے اپنی طاقت آزمانے دو... مجھے بھی ذرا اندازہ ہو جائے گا کہ کتنے پانی میں ہوں۔"

"اچھی بات ہے... اب ہم تمہارے لیے پانی کہاں سے لائیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بات کچھ بھی نہیں... اس لیے کہ تم جانتے ہو... یہ محاورہ ہے..." فرزانہ ہنسی۔

"ایک تو یہ محاورے بن بلائے مہمانوں کی طرح ٹپک پڑتے ہیں۔" فاروق جل گیا۔

"اور بلانے پر یہ آتے نہیں... میرا مطلب ہے... یاد نہیں

آتے۔" محمود بول اٹھا۔

اسی وقت فرزانہ کے مقابلے پر موجود شخص دھڑام سے گرا اور ساکت ہو گیا... ساتھ ہی ایک پراسرار آواز نے انہیں چونکا دیا:

"بہت خوب! مزا آ گیا۔"

...ایک وار میرا

نقاب پوش چونک کر مڑا... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے اس پر چھلانگ لگائی... انہوں نے ارے ارے یہ کیا، اس لیے نہیں کہا تھا کہ وہ پیچھے مڑ کر دیکھے گا اور یہ اس پر وار کر دیں گے... بلکہ کچھ دیکھ کر ہی بولے تھے... اب یہ اور بات ہے کہ ساتھ ہی انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اس پر حملہ کر دیا... وہ اوندھے منہ گرا... لیکن دوسرا لمحہ حیران کن تھا، وہ اس قدر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے...

"بہت خوب! تو آپ بھی دھوکا دے کر لڑتے ہیں... ہم نے تو آپ کے بہت چرچے سنے ہیں۔"

"آپ غلط سمجھے آپ کے پیچھے میں نے آپ کے ساتھیوں کی ایک حرکت نوٹ کی تھی۔"

"حرکت نوٹ کی تھی... کیا مطلب؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں... حرکت... یہ لیں... میں ایک طرف ہٹ جاتا ہوں اور آپ پہلے وہ حرکت دیکھ لیں... جو آپ کے اپنے ساتھیوں نے کی

ہے... پھر مجھ سے لڑ لیجیے گا۔"

اس نے ایک نظر ان پر ڈالی... پھر پیچھے مڑا... اسے اپنا کوئی ساتھی آس پاس نظر نہ آیا۔

"یہ... یہ... یہ کیا... یہ لوگ کہاں چلے گئے؟"

"اسی بات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا تھا... وہ آپ کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔"

"نن... نہیں... نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ اب آپ میرے ہاتھوں مار کھا جائیں گے... لہٰذا آپ کے ساتھ ان کی بھی مصیبت آئے گی... اس لیے انہوں نے سوچا... بھاگ چلو۔"

"نہیں... میں انہیں بہت سخت سزا دوں گا۔"

"کیسے دیں گے... آپ تو سزا دینے کے قابل رہ ہی نہیں جائیں گے۔"

"کیا مطلب... مجھے کیا ہو جائے گا بھلا۔"

"آپ میرے ہاتھوں گرفتار ہو جائیں گے۔"

"یہ کس نے کہہ دیا آپ سے۔" وہ ہنسا۔ انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

"یہ میں نے ہی کہا ہے... اپنے آپ سے۔" وہ مسکرائے۔

"تب آپ نے یہ ہوائی اڑائی ہے... میں آپ جیسوں کے قابو میں آنے والا نہیں ہوں۔" اس نے فخر کے عالم میں کہا۔

"کیا واقعی۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا... ہو جائیں دو دو ہاتھ... اور میں آپ کو شکست دے کر... وہ چیز اڑا لے جاؤں گا... یہ بھی میرا دعویٰ ہے۔"

"خیر آپ اپنا دعویٰ پورا کر دکھائیں۔"

"شرط ایک ہے..." وہ مسکرائے۔

"دو بھی ہوں تو کوئی بات نہیں۔"

"فی الحال ایک ہی کافی ہے... اگر آپ مان لیں... وہ چیز میدان میں رکھ دیں... ورنہ آپ کے بے ہوش ہونے کے بعد میں کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔"

"اچھی بات ہے... آپ بھی کیا یاد کریں گے۔"

انہوں نے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا اور خفیہ جیب سے اس چیز کو نکال کر زمین پر رکھ دیا... وہ کوئی چھوٹی سی چیز تھی... کاغذ میں اچھی طرح لپٹی ہوئی۔

"یہاں ٹھیک ہے۔"

"ہاں بالکل... اب میں وار کرنے لگا ہوں۔"

"او کے! میں تیار ہوں۔"

وہ ان کی طرف تیر کی طرح آیا... انہیں بہت حیرت ہوئی.. وہ تو سمجھے تھے کہ وہ بس یونہی بڑ ہانک رہا ہے... اس کے آنے کے انداز نے ہی انہیں بتا دیا کہ وہ کوئی اناڑی نہیں ہے... بلکہ حد درجے ماہر

ہے... فوری طور پر اگر وہ جھکائی نہ دے جاتے تو مارے گئے تھے... کیونکہ لوہے کے کیل جڑے مکے ان کے چہرے کا حلیہ بدل سکتے تھے۔

"سنبھل کر انسپکٹر صاحب... میں آپ کو خبردار کر رہا ہوں... میں کوئی اناڑی نہیں ہوں... بین الاقوامی مقابلے جیت رکھے ہیں میں نے... جوڈو، کراٹے، مارشل آرٹ، کنگفو اور ان کے علاوہ بھی لڑائی کے کئی فن جانتا ہوں، نہ صرف جانتا ہوں... لڑ بھی سکتا ہوں... ایک وقت میں پندرہ آدمیوں کو تگنی کا ناچ نچا سکتا ہوں... تلوار بازی، نیزہ بازی اور بھالوں سے بھی لڑنا جانتا ہوں... کیا سمجھے۔"

"اوہ... ارے باپ رے... یہ باتیں آپ نے پہلے کیوں نہیں بتائیں۔"

"پہلے کب؟" وہ ہنسا۔

"یہ چیز نکلوانے سے پہلے۔"

"بس یہاں میں ذرا سی چالاکی دکھا گیا اور آپ ہار گئے... یعنی بے وقوفی کر گئے... اب آپ کے پاس ایک ہی راستا ہے... ورنہ یہ چیز تو گئی آپ کے ہاتھ سے۔"

"اور وہ کون سا راستا؟"

"آپ مجھے شکست دے دیں... اور اس کو حاصل کر لیں۔"

"آپ نے لڑائی کے یہ فن کہاں سے حاصل کیے۔"

"دوسرے ممالک سے۔"

"اچھی بات ہے... میرے ایک سوال کا جواب بھی دے

دیں۔"

"اور وہ کیا؟" اس نے فوراً کہا۔

"اس میں کیا ہے..."

"ایک بہت چھوٹی سی چیز... معمولی سی چیز... اگر میں آپ کو
اس کا نام بتادوں... تو آپ کا منہ بن جائے گا... کہ ہم کس چیز کے پیچھے
جان لڑا رہے ہیں... لیکن جب اس چیز کا کام آپ کے سامنے آئے گا،
اس وقت آپ دھک دے رہ جائیں گے۔"

"گویا آپ نہیں بتائیں گے۔"

"نہیں... میں کیوں بتانے لگا... آپ مقابلہ کرلیں... مجھے
شکست دے دیں... اس کو حاصل کرلیں اور پھر کھول کر دیکھ لیں۔"

"اب یہی کرنا ہوگا... ایک وار میرا ابھی سہی۔"

"ضرور... کیوں نہیں... ایک نہیں دس۔"

انہوں نے سوچ سمجھ کر جچے تلے انداز میں وار کیا... بلا کی
رفتار سے دوڑ کر آئے... اس کے نزدیک پہنچتے ہی اونچا اچھلے... اور
دونوں پیر اس کے منہ پر دے مارے... لیکن اس سے پہلے وہ نیچے بیٹھ
کر ان کی کمر پر اپنے جوتے سے ایک ٹھوکر مار چکا تھا... جوتے کی نوک
ان کی ریڑھ کی ہڈی پر لگی... وہ اسی طرح چت زمین پر گرے اور بالکل
ساکت ہوگئے... کیونکہ ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آگیا تھا... اور
انہیں اپنے ہوش جاتے محسوس ہوئے تھے... ہاتھوں اور پیروں سے
جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی... اور پھر وہ بالکل بے ہوش ہوگئے..

تاہم بے ہوش ہونے سے پہلے انہوں اسے شوخ آواز میں کہتے سنا۔

"آپ تو گئے کام سے... چل پھر بھی نہیں سکیں گے آپ
تو۔"

تینوں آواز کی طرف پلٹے... وہاں ایک نقاب پوش کھڑا تھا..
اور شاید نقاب کے پیچھے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"آپ کی تعریف؟" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"میں ان لوگوں کا وہ ہوں... جسے تم باس کہتے ہو... یہ تو ہیں
بے وقوف لوگ... لڑنا بھڑنا کیا جانیں... آؤ... تم مجھ سے ایک ایک
ہاتھ کرلو۔"

"کیا کہا... ایک ایک ہاتھ کرلیں... ارے میاں آپ کو اتنا
بھی معلوم نہیں کہ محاورہ دو دو ہاتھ کرنا ہے۔"

"ہوگا... لیکن میرے ساتھ اس کی نوبت نہیں آئے گی،
اس لیے میں نے ایک ایک ہاتھ کہا ہے۔"

"ہم سمجھے نہیں۔"

"تمہارے والد بھی نہیں سمجھے تھے۔"

"کک... کیا... کیا مطلب۔"

"یہ لو... دیکھ لو... میں وہ چیز دکھا رہا ہوں... جو تمہارے
والد ہوٹل کی ایک میز کے نیچے سے اڑا لے گئے تھے... جو اس بے
وقوف آدمی تنویر شاہد کے پاس تھی اور جس چیز کو ہم اس سے حاصل

کرنے کے چکر میں کئی ماہ سے تھے... لیکن یہ ہر بار جل دے جاتا تھا... لیکن آخری بار پھنس گیا... اب یہ چیز میں انسپکٹر جمشید سے چھین کر لایا ہوں۔"

"نن... نہیں۔" وہ چلائے۔

"یقین نہیں تو آجائے گا۔" وہ ہنسا۔

"کک... کون آجائے گا۔"

"ارے بھائی... یقین آجائے گا... اور کیا کوئی بن بلایا مہمان آجائے گا۔"

"تو یہ آپ ہمارے والد سے چھین کر لائے ہیں۔" فاروق نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"بالکل... اس میں کیا شک ہے۔"

"اور وہ کہاں ہیں۔"

"وہیں ہیں... جہاں میں نے ان سے ملاقات کی تھی... اس جگہ سے وہ میرے تعاقب میں آنے کے قابل نہیں تھے۔"

"کیا وہ بے ہوش ہیں۔"

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"اوہ... تب تو... تب تو پہلے ہمیں ان کی تلاش میں جانا ہو گا... یہ چیز گئی بھاڑ میں۔"

"واہ... کیا خوب جملہ کہا... یہ چیز گئی بھاڑ میں... جس کے لیے انہوں نے مار کھائی۔"

"مم... مار کھائی... کیا کہہ رہے ہو۔"

"یہ کہ جس کے لیے انہوں نے میرے ہاتھوں مار کھائی۔"

"شاید آپ جھوٹ بولنے کے عادی ہیں۔"

"جلد معلوم ہو جائے گا... میں نے یہ چیز ایسے ہی تم لوگوں کے سامنے نہیں رکھ دی۔"

وہ دھک سے رہ گئے... واقعی... یہ بات عجیب ترین تھی... آخر محمود نے کہا:

"آپ کا مطلب ہے... اگر ہم نے آپ کو لڑائی میں شکست دے دی... تو پھر یہ چیز ہماری۔"

"بالکل۔" اس نے فوراً کہا۔

"او کے... ہم لڑنے کے لیے تیار ہیں۔"

"اچھی طرح پر تول لو۔"

"تول چکے ہیں... کافی وزنی ہیں۔" محمود ہنسا۔

"ابھی اور وزنی ہوں گے.. اس قدر کہ تم اڑ نہیں سکو گے۔"

"آپ باتیں بہت کرتے ہیں... اور ہم جانتے ہیں..." فاروق نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"کیا جانتے ہو۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"جو باتیں بہت کرتے ہیں... وہ کام کرنے کے لحاظ سے صفر ہوتے ہیں... محاورے کی زبان میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں... جو گرجتے ہیں... وہ برستے نہیں۔"

”اس قسم کی باتیں ... تمہارے والد سے بہت ہو چکیں ... للہ اب عملی باتیں ہو جائیں۔“

”عملی باتیں ... یعنی لڑائی کی باتیں۔“

”ہاں! اور اس چیز کو حاصل کرنے کی باتیں۔“

”ظاہر ہے ... یہ تو اب اس کے ہاتھ آئے گی ... جو لڑائی میں جیتے گا۔“

”اور وہ میں ہوں ... تمہارے تو والد مجھے نہیں ہرا سکے۔“

”اس بات پر ہمیں اب تک یقین نہیں آیا ... کوئی اور بات ہوئی ہو گی۔“

”جب ان سے ہسپتال میں ملاقات ہو ... تو پوچھ لینا۔“ وہ ہنسا۔

”ہسپتال میں ملاقات ... کیا ان سے ملاقات بس وہیں ہو سکے گی۔“

”ہاں! بالکل ... تم لوگوں کو بھی یہاں سے سیدھا ہسپتال لے جایا جائے گا ... اور انہیں بھی۔“

”کان پک چکے ہیں ... اس قسم کی باتیں سن سن کر۔“

”اب میں کوئی بات منہ سے نہیں کروں گا ... اب میرے ہاتھ باتیں کریں گے۔“

”ارے باپ رے ... ہم نے تو سنا تھا ... ایسا صرف قیامت کے دن ہو گا۔“

”قیامت کے دن .. کیا مطلب .. کیا ہو گا قیامت کے دن؟“

”آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم ... خیر بتائے دیتے ہیں ... قیامت کے دن یہ ہو گا کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے ... تو ان سے کہا جائے گا ... میرے بندے ... تم نے یہ یہ گناہ کیے ... تو انسان انکار کرے گا ... تب اللہ تعالیٰ زبان سے بولنے کی طاقت چھین لیں گے اور اس کی انگلیوں کو بولنے کا حکم کریں گے ... پیروں کو بھی بولنے کا حکم کریں گے ... آنکھوں، کانوں، غرض باقی سب اعضا کو بولنے کا حکم کریں گے ... سب اعضا اس انسان کے خلاف گواہی دیں گے کہ ہاں اس نے ہم سے یہ یہ گناہ کرائے ہیں۔ یہ سن کر وہ کہے گا ... ان سب اعضا کو ہی تو بچانے کے لیے میں جھوٹ بول رہا تھا ... اب یہی میرے خلاف گواہی دینے لگے ...“ محمود یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

”تقریر ختم ہو گئی۔“

”جی ہو گئی ... پسند نہیں آئی شاید۔“

”ایسی تقریر بھی بھلا پسند آیا کرتی ہے۔“

”ایسی تقریریں ان لوگوں کو پسند آتی ہیں ... جو اللہ سے ڈرتے ہیں ... اور میرا خیال ہے مسٹر مجرم ... تم اللہ سے ڈرنے والوں میں سے نہیں ہو ... ڈرتے تو اس قسم کے کام نہ کرتے پھرتے۔“

”کس قسم کے۔“

”یہی مجرمانہ قسم کے۔“

"یہ کام تم لوگوں کے نزدیک ضرور مجرمانہ ہیں... میرے نزدیک نہیں۔"

"خیر خیر... ہمیں ذرا جلدی ہے..." فاروق نے منہ بنایا۔

"ہسپتال پہنچنے کی۔" وہ بولا۔

"یہی سمجھ لیں... یا ہم آپ کو ہسپتال پہنچا دیں گے۔"

"دن میں خواب دیکھنا اچھی بات نہیں۔"

"او کے... دن میں تارے دیکھنے کے بارے میں کیا خیال ہے..."

"یہ کام بھی تم خود کر لینا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اچھلا... عجیب انداز سے اچھلا... اسے اچھلتے انہوں نے صاف دیکھا... پھر وہ فضا میں نظر آیا... اس سے پہلے کہ وہ اپنا بچاؤ کر سکتے... وہ ایک ہی وقت میں تینوں سے ٹکرا گیا...

اور اس کے بعد تو انہیں ہوش ہی نہ رہا... بے ہوش ہونے سے پہلے ان کے ذہنوں میں بس ایک سوال گونجا تھا۔

"اب... اب تنویر شاہد کا کیا بنے گا۔"

ہوش آیا تو واقعی... وہ ہسپتال میں تھے... نہ صرف وہ بلکہ انسپکٹر جمشید بھی۔ پروفیسر داؤد اور خان رحمان ان پر جھکے ہوئے تھے...

"خدا کا شکر ہے... آپ کو ہوش تو آیا۔" ان کی امی کی آواز سنائی دی۔

"ارے باپ رے... یہ... یہ کیا ہوا... آخر وہ کیا بلا تھا۔"

"بین الاقوامی مقابلے جیتا ہوا ایک شخص... وہ وہ چیز بھی لے گیا... جو تنویر شاہد سے وہ حاصل کرنے کے چکر میں تھا۔"

"آخر وہ کیا چیز ہے۔"

"ابھی تک ہم نہیں جان سکے۔"

"تو پھر اب تو تنویر شاہد بتا دے گا... اس سے پوچھا جائے۔"

"افسوس۔" انہوں نے اکرام کی آواز سنی۔

"اوہ... آپ بھی یہیں ہیں انکل۔"

"میں ابھی ابھی آیا ہوں۔"

"اور آپ نے افسوس کس لیے کہا ہے... ہمیں دیکھ کر۔"

"نہیں... آپ لوگوں کو دیکھ کر افسوس پہلے کہہ چکا ہوں۔"

وہ مسکرا لیا۔

"تب پھر... اب کس لیے کہا۔"

"تنویر شاہد کے لیے۔"

"کیا وہ اسے ساتھ لے گیا۔"

"نہیں... وہ اسے وہیں چھوڑ گیا... جہاں تم لوگوں کو چھوڑ کر گیا ہے۔"

"تب پھر کیا مشکل ہے... اس سے پوچھا جا سکتا ہے... یہ کس چیز کا چکر ہے۔"

"نہیں... اب وہ نہیں بتائے گا۔"

"آخر کیوں..."

"اس لیے کہ ..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اس لیے کہ کیا۔" انسپکٹر جمشید بے چین ہو گئے۔

"اس لیے کہ وہ اسے جان سے مار چکا ہے۔"

"کیا!!!"

وہ ایک ساتھ چلائے۔
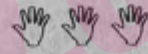
... نوٹ کرو

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے ... وہ انہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہے ... آخر محمود نے کہا:

"آپ کا مطلب ہے ... تنویر شاہد اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"ہاں! اور اب تک لاش کی شناخت بھی نہیں ہو سکی ... اخبارات میں اشتہارات بھی دیے جا چکے ہیں۔"

"اوہ! اور وہ چیز ... بھی گویا اب اس شخص کے پاس ہے ... جو ہمیں مار پیٹ کر چلا گیا۔" فاروق بولا۔

"بالکل۔" انہوں نے سر ہلایا۔

"اف مالک ... اب ہم اس چیز کو کیسے حاصل کریں گے ... ہمیں کس طرح معلوم ہوگا کہ کاغذ میں آخر کیا چیز لپٹی ہوئی تھی ... جس کی خاطر ایک شخص اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور ہم زخمی حالت میں ہسپتال میں پہنچ چکے ہیں۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں ... ویسے اس نقاب پوش کی کوئی خاص بات ... جو تم نے نوٹ کی ہو۔" انہوں نے سرسری انداز میں

پوچھا۔

"خاص بات؟" تینوں ایک ساتھ بولے۔

"بھئی ڈاکٹر صاحبان نے تم لوگوں کو ذہن پر زور دینے سے منع کیا ہے۔" خان رحمان بول پڑے۔

"لیکن انکل... اس معاملے میں ایک انسان کو قتل کیا جا چکا ہے... اس کی چیز بھی اب دشمن کے قبضے میں جا چکی ہے... ان حالات میں ہم ذہنوں پر زور دیے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"یہ تو ہمیں معلوم نہیں... لیکن بس تم زور نہ دو۔"

"آپ فکر نہ کریں... ان باتوں سے ہمارے دماغوں پر زور نہیں پڑے گا۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" خان رحمان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس قسم کی باتوں کے دن رات عادی ہیں۔"

"اچھا بابا... غور کر لو... لیکن ذرا آہستہ انداز میں۔" پروفیسر جھلا کر بولے۔

"بہت بہتر... اتنا ہم کر سکتے ہیں۔"

"شکریہ.. یہ بھی بہت ہے۔" خان رحمان خوش ہو کر بولے۔

"ہاں! تو ہم کیا کہہ رہے تھے۔"

"اس شخص کو کیسے تلاش کریں ہم۔" محمود نے یاد دلایا۔

"جی نہیں... ابا جان نے پوچھا تھا... اس شخص کی کوئی خاص بات۔"

"اوہ ہاں... ایک بات ہم نے نوٹ کی تھی... جملے کے آخر میں وہ یہ کہنے کا عادی ہے... کیا سمجھے۔"

"بہت خوب! محمود یہ بات نوٹ کر لو۔"

"جی... بہت بہتر۔" اس نے کہا اور لکھنے لگا...

"اور کوئی بات؟" انہوں نے تینوں کو باری باری دیکھا۔

"ایک بات اور... اس کے لہجے میں بہت زیادہ ٹھہراؤ ہے... کوئی لفظ یا جملہ جلدی سے نہیں بولتا... ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کرتا ہے۔"

"چلو! یہ بھی ایک اچھی بات ہے... کوئی اور خاص بات؟"

"بولتے وقت گردن کو دائیں طرف ضرور جھٹکتا ہے۔"

"بہت خوب! تم تینوں نے ایک ایک خاص بات بیان کر دی... اب میری باری ہے... ایک بات میں بھی بتا سکتا ہوں اور امید ہے... وہ ہمارے لیے بہت مفید ثابت ہو گی۔"

"تب پھر بتائیں۔" تینوں بے چین ہو گئے۔

"اس نے مجھ سے لڑائی کے دوران کہا تھا... کہ اس نے بین الاقوامی مقابلے جیتے ہیں... بین الاقوامی مقابلے جیتنے والے یوں تو ان گنت ہوں گے... لیکن پھر بھی ہم ریکارڈ میں چیک کر سکتے ہیں کہ اس وقت ان میں سے کون کون کیا کیا کر رہا ہے... ہے وہ ہمارے ملک کا ہی

...غیر ملکی تو ہے نہیں ... اس لیے ہمیں زیادہ نہیں ... چھ سات آدمیوں میں سے ایک کو مجرم ثابت کرنا ہوگا۔"

"اگرچہ یہ بات بہت مزے کی ہے ... لیکن ہے الجھن والی۔"

"نہیں، ہماری لائبریری ہماری مدد کرے گی ان شاء اللہ ... ان تمام فنون کے ماہرین کے ریکارڈ کی کتاب میرے پاس موجود ہے .. جس شخص سے ہمارا ٹکراؤ ہوا ... وہ زیادہ سے زیادہ تیس سال کی عمر کا ہے ... اس سے زیادہ نہیں ... ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھ کر ہم اپنا کام شروع کریں گے۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن کیسے ... ہم تو یہاں پڑے ہیں ہسپتال میں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"بس اب گھر چلتے ہیں ... بہت رہ لیے ہسپتال میں۔" انسپکٹر جمشید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ... یہ کیا کر رہے ہو جمشید ... ڈاکٹر نے ابھی تین دن تک تم لوگوں کو ہلنے جلنے سے منع کیا ہے۔"

"ارے باپ رے ... تین دن ... نہیں ... یہ بہت زیادہ ہیں، ہم تو اب تین گھنٹے نہیں رک سکیں گے ... آپ کو معلوم ہونا چاہیے ... ہماری موجودگی میں ایک شخص کو اس مجرم نے قتل کیا ہے ... یہ بات ہمارے لیے بہت شرم کی ہے ..."

"لیکن جمشید ... اس میں تم لوگوں کا کیا قصور۔"

"اب تو ہم ہوش میں ہیں ... اس کی تلاش شروع کر سکتے

ہیں ... تین دن کی مہلت اگر اسے مل گئی تو وہ نہ جانے کہاں کا کہاں پہنچ جائے۔"

"وہ کہیں نہیں جائے گا ... اس میں بہت غرور ہے۔" خان رحمان بولے۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی

"اتنی دیر سے تم لوگوں کی باتیں سن رہے ہیں ہم ... اس کے بارے میں ہو رہی ہیں ... کیا ہم اتنا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"ہوں ... واقعی ... اچھا ہم ڈاکٹر صاحبان کو بلا لیتے ہیں ... ان سے فیصلہ لے لیتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بالکل ٹھیک ... وہ تم لوگوں کو ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔"

"ہم ان سے لے لیں گے۔"

آخر ڈاکٹر حضرات سے لڑ جھگڑ کی انہوں نے جانے کی اجازت لے لی ... تاہم انہوں نے اتنی اجازت دی کہ وہ گھر سے کہیں جانے اور بھاگ دوڑ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے ... ورنہ زخم کھل جائیں گے ... اور سر کی چوٹیں خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں ... انہوں نے وعدہ کیا کہ دو تین دن تک کوئی ایسا ویسا کام نہیں کریں گے۔

پھر وہ سب گھر آئے اور آتے ہی لائبریری میں گھس گئے ... بیگم جمشید ان کے لیے مزے مزے کی چیزیں تیار کرنے کی غرض

سے باورچی خانے میں گھس گئیں...

انسپکٹر جمشید نے وہ کتاب نکال لی ... جس میں عالمی ریکارڈ قائم کرنے والے یا بین الاقوامی مقابلے جیتنے والے جوڈو، کراٹے، مارشل آرٹ وغیرہ کے ماہرین کی تفصیلات درج تھیں ... اس کتاب میں ان کی تصاویر بھی تھیں ... اور تمام تر معلومات درج تھیں۔

"لیکن ابا جان ... ہمارے پاس جو معلومات ہیں ... وہ معلومات ہمارے اس صورت میں کام آسکتی ہیں ... جب مجرم سے ہم ملاقات کریں گے ... اس کتاب میں موجود تصاویر سے ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں ... تصاویر تو بولتی نہیں۔"

"بھئی ہم ان میں سے وہ ماہرین چن لیں گے ... جن میں سے ایک مجرم نکل آئے گا ... تم فکر نہ کرو۔"

"جی بہتر۔" وہ بولے۔

اب کتاب کا مطالعہ شروع ہوا ... وہ ایک ایک تصویر کو غور سے دیکھتے رہے ... ان کی تفصیلات پڑھتے رہے ... اور تمام پتے نوٹ کرتے رہے ... اس طرح کل سات نام انہوں نے نوٹ کیے ... اور مزے کی بات یہ کہ ساتوں دارالحکومت کے ہی رہنے والے ثابت ہوئے...

"یہ تو اور آسانی ہو گئی ... ہمیں شہر سے باہر نہیں جانا پڑے گا۔"

"جمشید تم بھول رہے ہو ... تمہیں گھر سے باہر نہیں جا

ہے۔" خان رحمان نے گویا یاد دلایا... وہ مسکرا دیے۔

کچھ ہلکی پھلکی چیزیں تیار ہیں۔" ایسے میں بیگم جمشید ٹرے اٹھائے اندر آگئیں...

"واہ ... خوشبوئیں تو مزے دار ہیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

پھر وہ کھانے میں مصروف ہو گئے ... اس دوران بھی انسپکٹر جمشید ان تصاویر کو بار بار دیکھ رہے تھے ... آخر وہ بولے:

"میں نے اس سے باتیں کی ہیں ... لڑائی لڑی ہے ... للذا ان میں سے وہ جو کوئی بھی ہے ... میں اس سے ملاقات ہوتے ہی فوراً جان لوں گا۔"

"بہت خوب! تب تو کام آسان ہے۔"

"خیر ... یہ تو نہیں کہا جا سکتا ... کام آسان ہے یا مشکل ... بہر حال ہمیں کرنا ہے ... ارے ہاں ... ایک بات اور ..." یہ کہہ کر وہ اکرام کی طرف مڑے:

"جی فرمائیے۔"

"تنویر شاہد کے چہرے کا جائزہ اچھی طرح لیا گیا ہے یا نہیں۔"

"جی ... کیا مطلب؟" اکرام نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میرا مطلب ہے ... اس بات کا امکان تو نہیں کہ وہ میک اپ میں ہو۔"

"اس پہلو سے اس کے چہرے کا جائزہ نہیں لیا گیا۔"

"تو پھر اکرام پہلے اس کے چہرے کو چیک کر لو... اگر وہ میک اپ میں ہے... تو پھر اس کی تصویر دیکھ کر کون آئے گا اسے دیکھنے۔"

"جی بہتر! میں ابھی دیکھ لیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اکرام تو چلا گیا اور وہ اپنے کام میں لگے رہے... اس طرح وہ فہرست تیار ہو گئی... جس میں سے کم از کم ایک وہ مجرم تھا... جو تنویر شاہد کو قتل کر چکا تھا اور وہ چیز اڑا لے گیا تھا جس کے بارے میں ابھی تک انہیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔

"سات آدمیوں کی فہرست میں پہلا نام کرامت بیگ شاشانی کا ہے... میں اس سے ملنے جا رہا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے گویا اعلان کیا۔

"آپ کا مطلب ہے... آپ اکیلے جائیں گے۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم پسند کرو تو کوئی ساتھ بھی چل سکتا ہے... ویسے ان ساتوں سے مجھے خود ہی ملاقات کرنا ہو گی... اس لیے تمہاری نسبت میں اسے زیادہ آسانی سے پہچان سکتا ہوں۔"

"اس صورت میں بھی ہم آپ کے ساتھ تو چل ہی سکتے ہیں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

"اور میں کہہ رہا ہوں جمشید... تم گھر سے باہر نہیں جاؤ گے... تم ان ساتوں کو یہیں بلا سکتے ہو۔"

"بلا تو سکتا ہوں... لیکن یہ اخلاق سے ہٹی ہوئی بات ہو گی۔"

"بالکل نہیں... تم اس وقت مجبور ہو۔"

"اچھی بات ہے... میں ان ساتوں کو یہیں بلا لیتا ہوں... جونہی وہ یہاں آئیں گے اور مجھ سے بات کریں گے... میں جان لوں گا... کہ کون مجرم ہے۔"

"بہت خوب۔" خان رحمان مسکرائے۔

اور پھر انسپکٹر جمشید نے ان لوگوں کو باری باری فون کرنا شروع کر دیا... سب سے پہلے کرامت بیگ شاشانی سے فون پر بات ہوئی... اس نے حیران ہو کر پوچھا:

"کیا فرمایا... کون صاحب بات کر رہے ہیں۔"

"انسپکٹر جمشید۔"

"مجھ سے آپ کو کیا کام آ پڑا۔" اس کے انداز میں الجھن تھی۔

"ایک خاص کام... اگر آپ میرے ہاں آ جائیں تو زیادہ بہتر ہو گا... کیونکہ کچھ اور لوگوں کو بلانا پڑ رہا ہے... قریباً سات آدمیوں کو بلایا جائے گا..."

"بات کیا ہے۔" وہ حیران ہو کر بولا۔

"بات... یہیں آنے پر بتاؤں گا۔"

"میں بہت مصروف ہوں... آپ خود آجائیں۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ ایک حادثے میں، میں اور میرے بچے زخمی ہو گئے ہیں... اور ڈاکٹر صاحبان کا کہنا ہے کہ ہمیں زیادہ ہلنا جلنا نہیں چاہیے۔"

"تو جب آپ ٹھیک ہو جائیں.. اس وقت ملاقات کر لیں۔"

دوسری طرف سے غالباً برا سا منہ بنا کر کہا گیا۔

"اچھی بات ہے... اب میں براہ راست ایک بات کہتا ہوں۔"

"ضرور کہیں... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس بار ہنس کر کہا گیا، لیکن یہ ہنسی بھی تو طنزیہ تھی۔

"میں ایک قتل کے کیس کی تفتیش کر رہا ہوں۔"

"کیا!!!" دوسری طرف سے چیخ کر کہا گیا۔
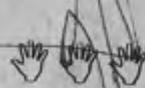
...وضاحت

وہ چند لمحے تک لمبے لمبے سانس لینے کی آواز سنتے رہے... جب کرامت بیگ کافی دیر تک کچھ نہ بولا تو انہیں پھر کہنا پڑا:

"آپ فون پر ہیں یا اس کے پاس سے ہٹ گئے ہیں... ویسے میں لمبے لمبے سانسوں کی آوازیں سن رہا ہوں۔"

"مم... میں... میں ہوں اس طرف۔"

"بہت خوب! کیا آپ آرہے ہیں۔"

"ہاں، مم... مجھے آنا ہوگا... اس لیے نہیں کہ میرا قتل کے کسی کیس سے تعلق ہے بلکہ اس لیے آنا ہوگا کہ اگر میں نہیں آؤں گا تو آپ مجھ پر شک کریں گے... لہٰذا میں وضاحت کیے دیتا ہوں... میرا قتل کے کسی کیس سے دور تک کا واسطہ نہیں... میں نے زندگی میں کسی انسان کو قتل کرنے کے بارے میں سوچا تک نہیں..."

"تب پھر آپ یک دم کیوں چیخے تھے... اتنی دیر تک لمبے لمبے سانس کیوں لیتے رہے؟"

"قتل لفظ ہی ایسا خوفناک ہے... ایک شریف آدمی سے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ آپ پر قاتل ہونے کا شک کیا جارہا ہے... تو اس کی

حالت کیا نہیں ہو جائے گی۔"

"لیکن میں نے یہ کب کہا کہ آپ پر شک کیا جا رہا ہے۔"

"اور تفتیش کا مطلب کیا ہوتا ہے جناب۔" طنزیہ انداز میں کہا گیا۔

"بات ٹھیک ہے... خیر... آپ اگر مجرم نہیں ہیں تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، صرف چند سوال پوچھ کر آپ کو فارغ کر دیا جائے گا۔"

"تو وہ سوال آپ فون پر ہی کیوں نہیں پوچھ لیتے۔"

"فون پر بات نہیں بنے گی۔"

"اچھی بات ہے... مجھے کس وقت آنا ہوگا۔"

"آج رات نو بجے۔" وہ بولے۔

"اچھی بات ہے... میں پہنچ جاؤں گا... خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے۔" اس نے ہنس کر کہا۔

انہیں اس کی ہنسی کھوکھلی سی محسوس ہوئی... اب انہوں نے دوسرے کو فون کیا... اس کا نام اقرار سلیم تھا... اس سے بھی قریباً اسی قسم کی بات چیت ہوئی... جب اس نے آنے سے انکار کیا اور وجہ پوچھنے پر اصرار کیا تو انہیں وجہ بتانا پڑی... وہ بھی مارے خوف کے چلا اٹھا اور آخر آنے کا وعدہ کر لیا...

اب انہوں نے تیسرے کے نمبر ڈائل کرنے شروع کیے... ایسے میں فرزانہ بول اٹھی:

"ایک منٹ ابا جان۔"

"ہاں کہو..." انہوں نے ہاتھ روک لیے۔

"فرض کیا.. ان سات میں سے ایک قاتل ہے... وہ یہ بات چیت سن کر یہاں آنے کی بجائے فرار ہونے کی فکر کرے گا..."

"تب پھر... تم کیا چاہتی ہو۔"

"پہلے آپ انکل اکرام کو یہ سات پتے نوٹ کرا دیں... وہ ان ساتوں پتوں پر سات آدمی مقرر کر دیں... پھر آپ فون کریں... اس طرح ان میں سے کوئی فرار ہونے کی کوشش کرے گا تو اس کا تعاقب کیا جائے گا... اور فرار کی کوشش ناکام بنائی جا سکے گی۔"

"بہت خوب فرزانہ... لیکن تم نے تجویز ذرا دیر سے دی... دو آدمی تو خبردار ہو چکے ہیں۔"

"فرار ہونے کے لیے ابھی ان کے پاس وقت ہے۔ جب تک وہ فرار ہونے کی تیاری کریں گے... اس وقت تک انکل اکرام کے ماتحت پہنچ جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا...

"لاش کا کیا بنا اکرام... اس کا کوئی عزیز رشتہ دار آیا یا نہیں۔"

"ابھی تک کوئی نہیں ملا... لوگ آکر لاش کو دیکھتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔"

"پلاسٹک سرجری کے ماہر کو چہرہ دکھاؤ... ہو سکتا ہے اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی گئی ہو۔"

"او کے سر۔"

"اور پہلے یہ کام شروع کرو... سات نام پتے نوٹ کرو... ان ساتوں کی نگرانی فوری طور پر شروع کرا دی جائے۔"

"بہت بہتر... نام لکھوائیں۔"

اسے نام لکھوا دیے گئے... پھر انسپکٹر جمشید نے پوچھا:

"پہلے دو ناموں تک آدمی کتنی دیر میں پہنچ جائیں گے۔"

"ساتوں جگہ ہی آدھ گھنٹے میں آدمی پہنچ جائیں گے۔"

"شکریہ۔" وہ بولے اور فون بند کر دیا۔

آدھ گھنٹے بعد انہوں نے پہلے کرامت بیگ شاشانی کو فون کیا اور اس کی آواز سن کر فون بند کر دیا... گویا وہ گھر میں ہی تھا... اسی طرح انہوں نے اقرار سلیم کو فون کیا... وہ بھی گھر میں تھا... گویا اس وقت تک دونوں میں سے کسی نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

اب انہوں نے تیسرے کو فون کیا... اس کا نام شاکر غوری تھا... اس نے بھی آنے کا وعدہ کر لیا... چوتھے کا نام آفاق خان تھا... اس نے بغیر کسی الجھن کے فوراً کہہ دیا کہ ضرور حاضر ہو جاؤں گا... آپ سے ملنے کا تو یوں بھی بہت شوق ہے... یہ پہلا آدمی تھا جس نے کوئی وجہ بھی پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی... پانچواں آدمی جلال دین تھا... اس نے بھی وجہ پوچھنے کے بعد آنے کا وعدہ کر لیا... چھٹا باقر

علی فاخری تھا... ان کا نام سن کر اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا:

"آپ کو مجھ سے کیا کام۔"

"شاید آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"آپ جیسے لوگوں کو کون نہیں جانتا۔"

"خیر... میں اس وقت کوئی ناخوش گوار بات اپنی طرف سے نہیں کہنا چاہتا... آپ آ رہے ہیں یا پھر۔"

"ہرگز نہیں... آپ خود تفتیش کرنے کے لیے میرے پاس آئیں... میں آپ کا نوکر نہیں ہوں۔" اس نے چلا کر کہا۔

"آپ آرام سے بات نہیں کر سکتے۔" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کم از کم آپ سے نہیں۔"

"کیوں... میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے۔"

"آپ میرا بگاڑ بھی کیا سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... اگر آپ نہیں آئیں گے تو میں آپ کو پولیس کے ذریعے بلواؤں گا۔"

"کیا آپ ایسا کریں گے۔"

"ہاں! میں زخمی ہوں اور تفتیش کے لیے آپ کو بلوا سکتا ہوں... لوگ تو پکڑ کر تھانوں میں لے جاتے ہیں... آپ کو تو میں گھر پر بلوا رہا ہوں۔"

"سوری... میں نہیں آؤں گا... جب پولیس آئے گی...

دیکھا جائے گا۔"

"اوکے۔"

انہوں نے کہا اور اکرام کو اس کے بارے میں مزید ہدایات دیں۔ اب انہوں نے ساتویں کو فون کیا... اس کا نام ابرار شیخ تھا... اس نے بات سن کر فوراً آنے کا وعدہ کیا... فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے:

"گویا صرف ایک نے آنے سے انکار کیا..."

"تب پھر... آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

"کچھ لوگ بلاوجہ اکھڑپن دکھاتے ہیں... ان کی عادت ایسی ہوتی ہے... یہ ضروری نہیں کہ وہ مجرم ہو... بہر حال رات کو پتا چل جائے گا..."

"کیا ہم واقعی اس طرح مجرم کو پکڑ لیں گے۔"

"امکان تو یہی ہے..."

"لیکن میں کچھ اور سوچ رہی ہوں۔" فرزانہ نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ... ہو سکتا ہے مجرم بہت چالاک ہو... وہ ہمارے سامنے اس انداز میں آیا ہی اس غرض سے ہو کہ ہم اس طرح چند لوگوں میں سے مجرم کو پہچاننے کی کوشش کریں گے... اور اس نے ہمارے سامنے یہ صرف ایکٹنگ کی ہو... یعنی سر کو دائیں جانب

جھکانا... الفاظ چبا چبا کر بات کرنا... جملے کے آخر میں کیا سمجھے کہنا... اور بین الاقوامی مقابلے جیتنا... ہو سکتا ہے... یہ سب باتیں دراصل اس میں نہ ہوں... اور یہ باتیں کسی اور میں ہوں... اس طرح ہم غلط آدمی کو مجرم سمجھ لیں گے۔"

فرزانہ کی بات سن کر انسپکٹر جمشید پراسرار انداز میں مسکرائے، انہیں ان کی یہ مسکراہٹ بہت عجیب لگی... حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا...

"آپ اس قدر پراسرار انداز میں مسکرا رہے ہیں کہ ہم خوف محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے..." محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"کر لو... محسوس۔"

"کیا کہا جمشید... کر لو محسوس... کیا محسوس کر لو۔" پروفیسر بولے۔

"خوف... محسوس کر لیں... آپ بھی... میں آپ کو بھی خوف محسوس کرنے کی دعوت دے رہا ہوں۔"

"لیجیے... آپ نے دعوت بھی دی تو کس چیز کی۔" فاروق مسکرایا۔

"کوئی بات نہیں... ہم یہ دعوت بھی مزے لے لے کر اڑائیں گے۔" خان رحمان ہنسے۔

"ارے باپ رے... آپ خوف کی دعوت کو بھی مزے لے لے کر اڑائیں گے... حیرت ہے... کمال ہے... افسوس ہے۔"

فاروق جلدی جلدی بولا۔

"ہو گی... ہو گی... ہو گی۔" خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"مان گیا آپ کو انکل۔"

"لیکن کیا مان گئے... یہ بھی تو بتاؤ نا۔"

"جی... بس... انکل مان گیا آپ کو۔"

"کک... کیا مطلب... کیا تم پہلے مجھے انکل نہیں مانتے تھے۔" انہوں نے اسے گھورا... وہ گڑبڑا گیا... پھر بولا:

"جی بالکل مانتا تھا... اب کچھ زیادہ مان گیا۔"

"دیکھا انکل... پہلے یہ آپ کو کم انکل مانتا تھا۔"

خان رحمان نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"یہ... یہ آپ کو میرے خلاف بھڑکا رہا ہے انکل۔" فاروق نے گویا انہیں خبردار کیا۔

"یار خان رحمان... تم بھی کن کی باتوں میں آ گئے..."

"ان کی..." انہوں نے فوراً کہا۔

اور وہ مسکرا دیے... ایسے میں فرزانہ بول اٹھی:

"وہ آپ نے اپنی پراسرار مسکراہٹ کی وضاحت نہیں کی۔"

"جو بات تم نے اب سوچی ہے فرزانہ... وہ میں کافی دیر پہلے سوچ چکا ہوں... اور اس پہلو سے بھی کیس کا جائزہ لے رہا ہوں... ہو سکتا ہے... مجرم ان ساتوں میں سے کوئی نہ ہو... لیکن..." وہ کہتے کہتے رک گئے... ان کا انداز اور پراسرار ہو گیا...

اوہ نہیں...

"اب آپ یہ لیکن کہاں سے لے آئے ابا جان۔" فرزانہ پریشان ہو گئی۔

"جہاں سے پراسرار مسکراہٹ لائے تھے۔" فاروق تڑ سے بولا۔

خان رحمان اور پروفیسر داؤد ہنس پڑے... محمود اور فرزانہ نے برا سا منہ بنایا... انسپکٹر جمشید مسکرائے اور بولے:

"لیکن اگر ان ساتوں میں سے کسی ایک میں وہ چاروں باتیں پائی جاتی ہیں... یعنی الفاظ کو چبا چبا کر باتیں کرنا، گردن کو دائیں طرف جھکا کر باتیں کرنا، اکثر جملوں کے آخر میں کیا سمجھے کہنا... اور اس نے بین الاقوامی مقابلوں میں حصہ بھی لیا ہوا ہے... اور ان چاروں باتوں کے باوجود وہ شخص مجرم ثابت نہیں ہوتا تو بھی میں ایک بات یقین سے کہہ سکوں گا۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ مجرم کا اس شخص سے تعلق ضرور ہے... تبھی تو وہ اس کی اس حد تک نقل اتار سکتا ہے۔"

"اوہ ہاں، یہ تو ہے۔"

"تو پھر ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ آخر اسے کیوں پھنسوانا چاہتا ہے... اس کی اس سے کیا دشمنی ہے... بہر حال یہ سب اندازے ہیں... جو غلط بھی ہو سکتے ہیں... ہو سکتا ہے... مجرم ان سات میں سے ہی کوئی ہو... اور اس میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں... بہر حال... ایک بات ذہن میں رہے... مجرم مجھ سے باتیں کر چکا ہے... اور لڑ بھی چکا ہے... لہٰذا وہ اگر ان میں موجود ہوا تو میری نظروں سے ان شاء اللہ بچ نہیں سکے گا۔"

"بالکل ٹھیک ابا جان..." وہ بولے۔

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا... پھر بولے:

"ان سات آدمیوں کی نگرانی شروع کرا دو... ان ساتوں کو آج رات میرے گھر آنا ہے... ان میں سے ایک آدمی نے انکار کیا ہے... یعنی اس نے میری درخواست ماننے سے انکار کر دیا ہے... میں چاہتا ہوں... وہ بھی یہاں موجود ہو۔"

"آپ بس اس کا نام بتا دیں... اسے لے کر آنا میرا کام ہو گا۔"

"باقر علی فاخری... ریور روڈ پر رہتا ہے۔"

"نن... نہیں..." اکرام نے مارے خوف کے کہا۔

"کیا ہوا؟"

"ہم... میں انہیں نہیں لا سکتا سر۔"

"یہ کیا بات ہوئی... اس قدر جلد جواب دے گئے... ابھی کیا کہہ رہے تھے۔"

"اس وقت میں نے نام نہیں سنا تھا۔"

"کیا مسئلہ ہے بھئی... تم تو کچھ زیادہ ہی پریشان ہو گئے۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ ہمارے ملک کے صدر کے سالے ہیں سر۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا... پھر بولے:

"خیر کوئی بات نہیں... تم سمن پر تعمیل کرا لو۔"

"اور اگر وہ تعمیل کرنے سے انکاری ہوں۔"

"پھر تم زبردستی لے آنا۔"

"کیا کہہ رہے ہیں سر... میں یہ کام نہیں کر سکوں گا... اس طرح دونوں طرف کی پولیس میں ٹھن جائے گی..."

"کیا مطلب... وہاں پولیس کہاں سے آ گئی... کیا یہ کوئی سرکاری آفیسر ہیں... یعنی کوئی وزیر ہیں کہ کوٹھی کی حفاظت کے لیے وہاں پولیس موجود ہے۔"

"جی نہیں... لیکن پچھلے دنوں انہوں نے صدر صاحب سے ذاتی طور پر درخواست کی تھی کہ کچھ لوگ ان سے دشمنی پر اتر آئے ہیں... لہٰذا ان کی حفاظت کے لیے پولیس مقرر کی جائے... اس لیے صدر صاحب نے وہاں پولیس کے کچھ خاص آدمی مقرر کر دیے تھے۔"

"تو پھر کیا دشمنی پر اتر آنے والوں نے کوئی حرکت کی۔"

"ایسی کوئی خبر سننے میں تو آئی نہیں... ویسے وہاں مقرر پولیس آفیسر سے یہ بات پوچھی جا سکتی ہے۔"

"او کے... ہم انہیں بعد میں چیک کر لیں گے... تم پریشان نہ ہو۔"

"شکریہ! آپ نے واقعی مجھے پریشانی سے بچا لیا۔"

"تم جانتے ہو اکرام... میں پولیس کا پولیس سے ٹکراؤ بالکل پسند نہیں کرتا... نہ فوج کا آپس میں... نہ فوج اور پولیس کا... یہ چیز ملک کے لیے حد درجے خطرناک ہوتی ہے... جبکہ ملک کے خلاف سازش کرنے والے ہمیشہ ایسی کسی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔"

"کہیں یہ کیس ہمیں اس سمت میں نہ لے جا رہا ہو سر۔" اکرام نے چونک کر کہا۔

"کک... کیا مطلب؟" وہ دھک سے رہ گئے۔

"اگر باقر علی خان مجرم ہیں... تو آپ کے لیے ان پر ہاتھ ڈالنا بہت مشکل ہو جائے گا... اور مجرم کو آپ گرفتار نہ کریں... یہ بھی آپ سے نہیں ہو گا۔"

"اس صورت میں واقعی بہت الجھن ہو گی... لیکن تم فکر نہ کرو... اگر وہ مجرم ہیں تو میں انہیں چھوڑوں گا نہیں۔" وہ بولے۔

"تب پھر تیار ہو جائیں سر۔" اکرام نے ہنس کر کہا۔

"تیار ہو جاؤں... لیکن کس لیے؟"

"مقابلے کے لیے... میرا دعویٰ ہے... اس کیس کے مجرم باقر علی فاخری ثابت ہوں گے۔"

"ہائیں لیکن... اکرام... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"یہ بات میں نے ایسے ہی نہیں کہہ دی سر... اس کی وجہ ہے۔"

"جلدی بتا دو وجہ... لیکن پہلے ایک بات کا جواب چاہوں گا.. جب میں نے نگرانی کے لیے سات نام اور پتے لکھوائے تھے... اس وقت ان میں باقر علی فاخری کا نام سن کیوں نہیں چونکے تھے؟"

"اس لیے کہ ان کی نگرانی میں پہلے سے کر رہا ہوں... اپنے طور پر... یہ بندہ میرے نزدیک بہت خطرناک ہے... اور ملک کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے... اس لیے کہ میں نے اس کے ہاں غیر ملکی لوگوں کی بہت آمد و رفت دیکھی ہے... غیر ملکی سفیر تو اس کے گہرے دوست ہیں۔"

"اوہ... اوہ... اور یہ بات اکرام... تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔"

"میں نے سوچا تھا... آپ پہلے کیا کم الجھن کا شکار رہتے ہیں کہ میں اس کے بارے میں آپ کو ایک اور الجھن میں مبتلا کروں... جب تک کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئے گی... آپ سے ذکر نہیں کروں گا۔"

"گویا اب تک کوئی خاص بات سامنے نہیں آئی۔"

"جی نہیں.. ویسے میرے پاس تو ملاقاتیوں کی بھی تفصیلات ہیں۔"

"جلدی کرو اکرام... وہ تفصیل میرے پاس لے آؤ۔"

"جی... جی اچھا۔" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

انہوں نے فون رکھ دیا... اور ان کی طرف مڑے:

"شاید... بہت اہم بات سامنے آنے والی ہے... اور یہ کیس اب یک دم ختم ہونے والا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے... باقر علی فاخر مجرم ہے۔"

"ابھی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مجرم ہے یا نہیں... لیکن اس جرم سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور نکلے گا... اس پیکٹ میں کیا تھا... یہ ہم ابھی تک نہیں جان سکے... اور قتل ہونے والا کون تھا... یہ بھی ہمیں ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا... کچھ ماہ پہلے ہی قتل ہونے والا ہمیں نظر آیا تھا... اس وقت بھی وہ ایک ہوٹل میں موجود تھا... دوبارہ نظر آیا تو بھی ایک ہوٹل میں تھا... پہلی بار... خوف زدہ نظر نہیں آرہا تھا... معمول کے مطابق ہوٹل میں بیٹھا تھا... جب کہ اس بار وہ خوف زدہ تھا... کچھ لوگ اس کی تاک میں تھے... وہ اس سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہتے تھے... اس نے انہیں دیکھ کر اس چیز کو ہوٹل کی ایک میز کے نیچے گرا دیا... تاکہ بعد میں اٹھا لے... پھر وہ لوگ اسے اوپر لے گئے... غالباً اس چیز کے چکر میں... ادھر وہ چیز میرے ہاتھ لگ گئی... لیکن مجھ سے اس کیس کے مجرم نے وہ چھین لی... اور پھر تم لوگوں کے

پاس پہنچ کر اس اجنبی کو بھی ختم کر دیا... گویا وہ چاہتا تھا... وہ ہمیں اس کے بارے میں بالکل کچھ نہ بتا سکے... اب سوال یہ ہے... وہ چیز کیا تھی... اور وہ کون تھا جو ہم سے اس چیز کو چھین لے گیا... اور اجنبی کو قتل کر گیا... آج رات نو بجے شاید ہم یہ باتیں جان لیں اور مجرم سلاخوں کے پیچھے نظر آئے۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"لیکن ابا جان.. باقر علی فاخری تو نو بجے یہاں آئے گا نہیں۔"

"کوئی بات نہیں... پہلے ہم ان چھے کو دیکھ لیں... ان میں کوئی بات قاتل والی نظر آتی ہے یا نہیں... اگر نظر آئی تو پھر ہم وہاں چلیں گے۔"

"ارے باپ رے... کیا یہ ایک خوفناک صورتِ حال نہیں ہو گی... یعنی صدر صاحب کا سالہ مجرم ثابت ہو جائے اور اسے گرفتار کرنا پڑ جائے۔"

"ہاں ہو گی... دراصل اسلام دشمن طبقے ایسے ہی لوگوں کو قابو میں کرتے ہیں... اپنا آلہ کار بناتے ہیں... ان سے کام لیتے ہیں... ایسے لوگ اگر کردار کے مضبوط نہ ہوں تو ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن جاتے ہیں۔"

"گویا اب ہمیں نو بجنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"اور انتظار کرنا ایک مشکل ترین کام ہے۔" فاروق بولا۔

"اور ہم آسان کام کب پسند کرتے ہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

پھر نو بجے ان لوگوں کی آمد شروع ہوئی... چھے آدمی وقت پر آگئے... ساتویں کی آمد کے آثار دور دور تک نظر نہ آئے... آخر انہوں نے ان سے بات شروع کی:

"سب سے پہلے تو میں معافی چاہوں گا... خود آپ کے پاس نہیں گیا اور آپ لوگوں کو بلانا پڑا... اگر میں زخمی نہ ہوتا تو میں کبھی ایسا نہ کرتا۔"

"چلئے خیر... کوئی بات نہیں... آپ بات کریں۔" آفاق خان نے فوراً مسکرا کر کہا۔

"بات میں قریباً فون پر بتا چکا ہوں... مزید تفصیل سنا دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ہر بات انہیں بتا دی... پھر بولے:

"چونکہ ہمارے ملک میں آپ لوگوں نے ان فنون کے عالمی مقابلے جیتے ہیں... اس لیے آپ سے ملاقات کرنا پڑی... تاکہ یہ جان سکیں... آپ میں سے وہ مجرم کون ہے... ویسے ایک صاحب اور بھی ہیں... جو یہاں آئے نہیں..."

"اور وہ غالباً باقر علی فاخری ہیں۔" کرامت بیگ نے کہا۔

"درست اندازہ لگایا آپ نے۔" وہ مسکرائے۔

"وہ بھلا کیوں آنے لگا... وہ ٹھہرے صدر کے سالے۔"

"جی ہاں! یہ بات تو ہے... لیکن اگر وہ مجرم ہیں تو میں انہیں نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیا بات کرتے ہیں... وہ تو آپ کو اپنے نزدیک نہیں جانے دیں گے، کیا سمجھے۔" آفاق خان نے دعویٰ کرنے کے انداز میں کہا۔

ان کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی...

"آپ کا مطلب ہے... میں ان تک پہنچ بھی نہیں سکوں گا۔" انہوں نے آفاق خان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں بالکل۔" اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا۔

اب تو ان کی حیرت اور بڑھی...

"کیا آپ انہیں ذاتی طور پر جانتے ہیں۔"

"بالکل... میں اور انہیں نہیں جانوں گا... ان فنون کو سیکھنے میں ہم ایک دوسرے کے ساتھی رہے ہیں۔"

یہ تمام باتیں اس نے گردن کو دائیں طرف جھکا کر کیں... اور وہ ان فنون کا ماہر بھی تھا۔ یہ چاروں باتیں اس میں موجود تھیں... باقی لوگوں سے بھی انہوں نے الگ الگ باتیں کیں... لیکن ان میں یہ تین باتیں کہیں بھی نظر نہ آئیں... گویا اب یا تو مجرم آفاق خان تھا یا پھر باقر علی فاخری... آفاق خان کی آواز پر انہوں نے خوب غور کیا... لیکن یہ اس آدمی کی آواز نہیں تھی... جس نے ان سے مقابلہ کیا تھا... ایسے میں انہوں نے کہا:

"مسٹر آفاق خان... کیا آپ مجھ سے زور آزمائی کرنا پسند کریں گے۔"

"کک... کیا مطلب؟"

"آپ جوڈو، کراٹے یا مارشل آرٹ کا کوئی وار مجھ پر آزما کر دکھائیں... میں دیکھنا چاہتا ہوں... آپ کس حد تک ماہر ہیں۔"

"اچھی بات ہے... میں دعویٰ تو نہیں کرتا... لیکن میرا خیال ہے... میں آپ کو ایک دو ہاتھ رسید کر دوں گا اور آپ ڈھیر ہو جائیں گے۔"

"جمشید... تم بھول رہے ہو..."

"اور میں کیا بھول رہا ہوں۔"

"یہ کہ تم زخمی ہو... ہسپتال والوں کی مرضی کے خلاف وہاں سے آگئے ہو... اور انہوں نے تمہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔"

"ہاں! یہ تو ہے... لیکن میں صرف تجربہ کرنا چاہتا ہوں... لڑوں گا نہیں... آپ بھی آفاق خان... ذرا ہلکا ہاتھ ماریے گا... میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ مجھ پر وار کر سکتے ہیں یا نہیں۔"

"اچھی بات ہے... میں اس بات کا خیال رکھوں گا۔"

پھر دونوں میدان میں آگئے... باقی لوگ حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے... اچانک آفاق خان کا جسم حرکت میں آیا... وہ فضا میں نظر آیا اور سیدھا ان کی طرف آیا... انسپکٹر جمشید بھی فوراً حرکت میں آئے اور اس کی زد میں آنے سے صاف بچ گئے۔

"آفاق خان کے چہرے پر حیرت نظر آئی... وہ بول اٹھا:

"حیرت ہے... کمال ہے۔"

"اس میں حیرت اور کمال کی بات کہاں سے آگئی آفاق خان۔" خان رحمان بولے۔

"میرے اس وار سے آج تک کوئی نہیں بچ سکا۔"

"کہیں آپ نے جان بوجھ کر ڈھیلا وار تو نہیں کیا؟"

"نہیں... یہاں پانچ ماہرین اور بیٹھے ہیں، ان سے پوچھ لیں۔"

انہوں نے ان پانچوں کی طرف دیکھا... وہ حیرت زدہ تھے.. بول اٹھے:

"نہیں... یہ وار زبردست تھا..."

"اچھی بات ہے... آپ پھر وار کریں۔"

اس بار اس نے اور انداز میں وار کیا... تیر کی طرح ان کی طرف آیا اور زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر دونوں پیروں سے ان پر وار کیا... وہ اس وار کو بھی بچا گئے۔

"نہیں نہیں۔" وہ چلا اٹھا۔

"کیا نہیں نہیں۔"

"آپ ہم سے بڑے ماہر ہیں... ہم آپ کو شکست نہیں دے سکتے۔"

"لیکن اس کیس کا مجرم مجھ سے بڑا ماہر ہے..."

"اوہ... نہیں۔"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... اب مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پھیل چکی تھیں۔

... خوفناک

چند لمحے تک مکمل خاموشی رہی... پھر آفاق خان نے کہا:

"آپ کا مطلب ہے... مجرم ہم میں سے نہیں۔"

"ہاں! لیکن اس نے آپ میں سے ایک کو پھنسانے کی کوشش ضرور کی ہے۔"

"کیا مطلب کسے؟" آفاق خان نے چیخ کر کہا۔

"آپ کو۔" وہ یک دم بولے۔

"نن نہیں... نہیں۔"

"ہاں! جب وہ ہمارے سامنے آیا تو اس نے چبا چبا کر باتیں کی تھیں... گردن کو دائیں طرف جھکا کر باتیں کیں... جملے کے آخر میں کئی بار کیا سمجھے کہا... اور اس نے ہمیں بتایا کہ وہ جوڈو، کراٹے اور مارشل آرٹ وغیرہ کا بہت بڑا ماہر ہے... اتنا بڑا کہ اس نے کئی بین الاقوامی مقابلے جیتے ہیں..."

"اوہ اوہ۔" آفاق خان کا رنگ اڑ گیا۔

"اور اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں... وہ صرف اور صرف باقر علی فاخری ہے... لیکن وہ آپ کو کیوں پھنسانا چاہتا ہے، سوال تو یہ

ہے۔"

"اف مالک!" وہ کانپ گیا۔

"کیا ہوا؟"

"اب میں سمجھا۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"مہربانی فرما کر ہمیں بھی سمجھا دیں... جو آپ سمجھے ہیں۔"

فاروق نے منہ بنایا۔

"وہ... وہ لاش کہاں ہے؟" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کون سی لاش۔"

"آپ کے مجرم نے جس شخص کو قتل کیا ہے، اس کی لاش۔"

"وہ تو مردہ خانے میں ہے۔"

"مم... میں... میں اس کی لاش کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ اچھا... ابھی اکرام کے ساتھ آپ کو بھیج دیتے ہیں... لیکن آپ بات تو بتائیں۔"

"وہ لاش... ضرور عبداللہ غازی کی ہوگی۔"

"عبداللہ غازی... کیا مطلب... اس نے اپنا نام تو تنویر شاہد بتایا تھا۔"

"وہ اس نے فرضی بتایا ہوگا... مہربانی فرما کر جلدی مجھے اس کی لاش تک لے چلیں۔"

"اب سسپنس بہت بڑھ گیا ہے... چلیے پھر ہم خود ہی آپ کو لے چلتے ہیں... اس طرح وقت بچے گا... باقی پانچ حضرات سے درخواست ہے کہ آپ لوگ جاسکتے ہیں۔"

"لیکن اب سسپنس ہمیں نہیں جانے دے گا... ہم بھی لاش کو دیکھنا چاہتے ہیں اور جاننا چاہتے ہیں کہ یہ چکر کیا ہے۔"

"چکر بھی اب شاید آفاق خان بتائیں گے۔"

"مم... میرا خیال ہے کہ میں ایسا کر سکوں گا۔" اس نے کانپتی آواز میں کہا۔

وہ تیزی سے باہر نکلے... بڑی گاڑی میں بیٹھ کر مردہ خانے پہنچے... تنویر شاہد کے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا... آفاق خان کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔

"اف مالک! یہ... یہ تو عبداللہ غازی ہے۔"

"لیکن کون عبداللہ غازی... ہم نے تو یہ نام آپ کے منہ سے سنا ہے۔"

"یہ باقر علی خان کا ملازم ہے... اس نے تین روز پہلے مجھے فون کیا تھا... بہت دبلی آواز میں کہا تھا کہ میں اس سے نیلم ہوٹل میں ملوں... وقت اس نے شام کا دیا تھا... لیکن میں کچھ لیٹ ہو گیا... جب میں وہاں پہنچا تو وہ ہال میں نہیں تھا... لہٰذا میں لوٹ آیا..."

"لیکن اس نے آپ کو فون کیوں کیا تھا... آپ اسے کیسے جانتے ہیں۔"

"میرا باقر علی خان کے ہاں آنا جانا ہے... میں آتے جاتے اس سے بھی علیک سلیک لے لیا کرتا تھا... بس اس سے زیادہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

"ابھی آپ نے کہا تھا کہ شاید آپ ہمیں بتا سکیں کہ یہ کیا چکر ہے۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"ہاں! فون پر اس نے یہی بتایا تھا کہ اس گھر میں ایک غلط کام ہو رہا ہے... اب میں اس غلط کام کو مزید برداشت نہیں کر سکتا... لہٰذا آپ نیلم ہوٹل میں آجائیں... میں بھی وہیں آرہا ہوں... بس اتنی بات کی تھی اس نے..."

"اس کا مطلب ہے... اس کا مطلب ہے... کاغذ میں لپیٹ کر وہ جو چیز لایا تھا... وہ ثبوت کے طور پر تھی... اسی لیے باقر علی خان نے فوراً اپنے آدمی اس کے پیچھے دوڑا دیے... لیکن اس دوران ہم ہوٹل میں پہنچ گئے... اور اس معاملے میں ٹانگ اڑا بیٹھے... مطلب یہ کہ اب باقر علی خان سے ملاقات بہت ضروری ہو گئی ہے... اور اب یہ ملاقات صدر صاحب کی موجودگی میں ہو گی۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن ابا جان... آپ اس کے خلاف ثبوت کیا پیش کریں... وہ، وہ پیکٹ تو ہم سے چھین چکا ہے۔"

"میرے پاس ثبوت ہے... تم فکر نہ کرو۔"

یہ کہہ کر انہوں نے صدر صاحب کے نمبر ملائے... سلسلہ

ملنے پر وہ بولے:

"سر! آپ کا خادم بات کر رہا ہوں..."

"آہا جمشید... یہ تم ہو۔"

"جی ہاں! ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔"

"آجاؤ پھر... اس وقت میں فارغ ہوں۔"

"آپ ذرا باقر علی خان کو بھی بلالیں۔"

"کیوں... اس کی کیا ضرورت آپڑی۔"

"جی بس... آپ بلالیں... وہیں آکر بتاؤں گا اور ہاں آپ انہیں یہ نہ بتائیں کہ انہیں بلانے کے لیے میں نے کہا ہے۔"

"اچھی بات ہے... آجاؤ تم... وہ یہیں ملے گا۔"

"شکریہ سر۔"

اور پھر وہ ایوان صدر پہنچ گئے... باقی پانچ کو تو وہ وہاں لے جا نہیں سکتے تھے... ہاں آفاق خان کو ساتھ لینا ضروری تھا... تاہم انہوں نے آفاق خان کو انتظار گاہ میں بٹھایا اور خود اندر داخل ہوئے.. انہوں نے دیکھا... باقر علی خان وہاں موجود تھا اور کرسی میں بری طرح دھنسا بیٹھا تھا... انہیں دیکھ کر وہ بری طرح اچھلا... آنکھوں میں نفرت اور خوف نظر آیا، چلا کر بولا:

یہ... یہ کیا... میاں صاحب آپ نے انہیں بلایا یا یہ خود آئے۔" وہ صدر صاحب کو میاں صاحب کہتا تھا۔

"یہ خود آئے ہیں۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا... کیونکہ

باقر علی خان کی حالت عجیب تھی۔

"انہیں فوراً واپس بھیج دیں... میں ان کی موجودگی میں کوئی بات نہیں کر سکتا۔"

"جمشید! تم نے سنا..." انہوں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اور ہم صرف ان کی موجودگی میں بات کریں گے سر..."

"بات کیا ہے... کیا آپ دونوں کے مابین کوئی جھگڑا ہوا ہے۔"

"یہ آپ ان سے پوچھیں... میں تو صرف ان سے ملاقات کرنا چاہتا تھا... انہوں نے ملاقات سے انکار کر دیا... اور تو میری ان سے کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"میاں صاحب آپ نے مجھے یہاں کس لیے بلایا ہے... پہلے یہ بتائیں۔" وہ چلا اٹھا۔

صدر صاحب نے الجھن کے عالم میں ان کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہے ہوں:

"اسے میں کیا بتاؤں بھئی۔"

"سر! قتل کی ایک واردات ہوئی ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی... قتل کی واردات کا یہاں کیا ذکر۔" وہ چیخا

"آپ اتنا چیخ کیوں رہے ہیں... آرام سے بھی بات ہو سکتی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں باقر... آرام سے بات کیوں نہیں کر رہے تم۔" صدر

صاحب نے جھلا کر کہا۔

"بھاڑ میں جائیں سب... میں جا رہا ہوں... پھر کسی وقت آؤں گا... ان لوگوں کی موجودگی میرے لیے نا قابل برداشت ہے۔"

"لیکن ہمارے لیے آپ کی موجودگی قابل برداشت ہے۔" انسپکٹر جمشید نے زہریلے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"ہرگز نہیں ٹھہروں گا۔"

"سر... انہیں روکیے۔"

"ایک منٹ باقر..."

"نہیں رکوں گا۔"

"انہیں روکیں... یہ قاتل ہیں۔" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

"کیا!!!" صدر چلائے۔

"کیا کہا..." وہ ان کی طرف پلٹا اور اچھل کر ان پر کراٹے کا ایک زبردست ہاتھ دے مارا... لیکن وہ پہلے ہی ہوشیار تھے... بری طرح اچھل کر وار کو بچا گئے... اس نے دوسرا وار کیا... اس بار بچنا ان کے لیے مشکل ہو گیا... وہ بلا کا پھرتیلا تھا اور واقعی بہت بڑا ماہر تھا... اس کا مکہ ان کی پیشانی پر ٹھک کر کے لگا... وہ چکر کھا کر گرے اور ساکت ہو گئے۔

"یہ... یہ تم نے کیا کیا..."

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے ایک بٹن دبا دیا...

"جو مجھے کرنا چاہیے تھا... یہ بہت سر چڑھ رہا تھا... میں جا رہا ہوں... اسے سمجھا دیجیے گا۔" یہ کہہ کر اس نے دروازہ کھولا... باہر فورس تیار کھڑی تھی۔

"اسے گرفتار کر لیا جائے۔" صدر چلائے۔

"کیا!!!" وہ دھاڑا... اور فورس پر بھی ٹوٹ پڑا...

لیکن انہیں صدر صاحب کا حکم مل چکا تھا... یوں بھی وہ لوگ ہر طرح مسلح تھے... لہٰذا ایک منٹ تک وہاں خوفناک قسم کی اچھل کود رہی... پھر آخر اسے قابو میں کر لیا گیا... اس حالت میں بھی وہ اچھل اچھل جا رہا تھا۔

"اسے رسیوں سے اس طرح باندھ دو کہ یہ حرکت نہ کر سکے" صدر صاحب نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"آپ مجھے بندھوا رہے ہیں... اپنے سالے کو۔"

"قانون سب کے لیے برابر ہے... تم نے انسپکٹر جمشید پر حملہ کیا... لہٰذا مجھے تمہاری گرفتاری کا حکم دینا پڑا۔"

"آپ نے سنا نہیں... اس نے مجھ پر کتنا بڑا الزام لگایا ہے۔"

"ہم اس سے ثبوت طلب کرتے... وہ ثبوت نہ دے پاتا تو تم پر کوئی الزام نہ ہوتا... لیکن تم نے جو کیا... اس کا تمہیں کوئی حق نہیں تھا... میرا سالا ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم قانون کی تمام حدوں کو پھلانگ جاؤ۔"

"اچھی بات ہے... میں معافی چاہتا ہوں۔"

"اور آپ کا ناک مصنوعی ہے... بالکل مصنوعی۔"

"کیا!!!" وہ بری طرح چیخا۔

"کیوں... کیا ہوا... یہ تو کوئی ثبوت نہیں ہوا... پھر اس طرح کیوں چیخ رہے ہیں۔"

"کک... کیا مطلب جمشید... اس کا ناک مصنوعی ہے..." صدر صاحب بولے... مارے حیرت کے ان کا بھی برا حال تھا۔

"ہاں سر... میرا مکا اس کے ناک پر لگا تھا... اور اس کا مکا میرے سر پر لگا... اور میں گرتا چلا گیا... لیکن گرتے گرتے یا بے ہوش ہونے سے صرف ایک لمحہ پہلے میں نے دیکھا... اس کا ناک اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا..."

"اوہ... اوہ۔" صدر چلا اٹھے۔

"اب اگر یہ اپنی کوٹھی سے باہر نہیں نکلے... اور میری ان سے کوئی جنگ نہیں ہوئی... تو مجھے کیسے پتا چلا کہ ان کا ناک مصنوعی ہے..." وہ تیزی سے کہتے چلے گئے۔

اب صدر نے اور باقی لوگوں نے باقر علی خان کی طرف دیکھا.. وہاں اب نہ پہلے جیسا غصہ تھا.. نہ جھلاہٹ... نہ شوخی... نہ تیزی.. اب تو اس کا چہرہ بالکل بجھا ہوا مردہ سا نظر آرہا تھا اور اس طرح خاموش ہو چکا تھا جیسے کوئی بت۔

"لیکن اس پیکٹ میں کیا تھا۔"

"ان کے خلاف ثبوت جمع کیے تھے عبداللہ غازی نے... اور

وہ ثبوت یہ آپ تک پہنچانا چاہتا تھا... اس غرض کے لیے اس نے چنا آفاق خان کو... آفاق خان کا باقر علی خان کے ہاں آنا جانا بہت تھا... اور وہ عبداللہ غازی سے بھی علیک سلیک کرتے رہتے تھے۔ میں انہیں بھی بطورِ گواہ ساتھ لایا ہوں۔"

"کس کی بات کر رہے ہو جمشید۔" صدر بولے۔

"آفاق خان کی... وہ ثبوت دینے کے لیے اس نے آفاق خان کو فون کیا تھا اور ملاقات کے لیے نیلم ہوٹل بلایا تھا... وہ باہر موجود ہیں... آپ چاہیں تو ان کا بیان بھی سن لیں۔"

"ہاں ضرور... کیوں نہیں۔"

اب آفاق خان کو اندر بلایا گیا... اس نے بھی تفصیل سنا دی.. مجرم کی ناک کو ہٹا کر دیکھا گیا..... وہاں سے اصل ناک بالکل غائب تھی... گویا مصنوعی ناک ہوا کر وہاں لگا دی گئی تھی... جیسے مصنوعی دانت لوگ لگوا لیتے ہیں...

"اب تم کیا کہتے ہو۔" صدر صاحب نے اس کی طرف دیکھا۔

"اب اس کے پاس کہنے کے لیے رہ کیا گیا ہے سر... یہ تو سب کچھ پہلے ہی کہہ چکا ہے... اس وقت تک ثبوت سامنے نہیں آیا تھا... اس لیے چہک رہے تھے... ورنہ یہ تو اس وقت بھی کچھ نہ کہہ سکتے۔"

"کیوں... بولتے کیوں نہیں۔" صدر صاحب نے اس کی

طرف نفرت زدہ انداز میں دیکھا۔

لیکن اس کے پاس واقعی کہنے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔

"یہ صاحب آپ سے تعلقات کی وجہ سے غیر ملکی سفارت کاروں اور ان جیسے لوگوں سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں ملکی معلومات فراہم کرتے تھے... ملک کے راز بھی انہیں بتاتے تھے اور بدلے میں یہ ان سے دولت حاصل کرتے تھے... ان کی کوٹھی کی تلاشی لینے پر میں اس قسم کے ثبوت پیش کر سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے جمشید... تم تلاشی لے سکتے ہو۔"

تلاشی کے دوران بے شمار ثبوت مل گئے... جب وہ صدر صاحب کے سامنے رکھے گئے تو ان کی آنکھیں پھیل گئیں... پھیلی ہوئی ان آنکھوں میں سارے زمانے کی نفرت سمٹ آئی تھی اور یہ نفرت مجرم کے لیے تھی۔

☹...☹...☹

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ
اور
انسپکٹر جمشید سیریز
ناول نمبر 676

آدھے ہیرے کا چور

مصنف............اشتیاق احمد

- کرامت ناز اپنے گھر کے افراد کے ساتھ ناشتا کر رہے تھے کہ ناشتے کی میز پر ایک بڑا بم آ کر گرا...
- آدھے ہیرے کا چور کون تھا... اس نے پورے ہیرے کی بجائے آدھا ہیرا کیوں چرایا اور کیسے... ایک سسپنس فل سوال...
- دو دوستوں کی کہانی... ایک نے دوسرے کو عجیب و غریب دھوکا دیا...
- اس دھوکے نے دونوں دوستوں کو کہاں پہنچایا...
- محمود، فاروق اور فرزانہ ایک کوٹھی میں عجیب و غریب حالات کا شکار۔
- ان کے پاس کھڑے شخص نے ایک خوفناک چیخ ماری...
- چھت پر آلۂ قتل موجود تھا... ان تینوں کو تلاش کے باوجود نظر نہ آسکا۔
- آلۂ قتل کیا تھا اور کہاں تھا... حیرت در حیرت۔
- ان کے سامنے دو آدمی موجود تھے... ان میں سے ایک مجرم تھا... لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ مجرم کون ہے... آخر کیوں... کردار چکراتے نظر آئیں گے۔

قیمت: 18/روپے

انداز بک ڈپو
9/12 نصیر آباد' سانده کلاں۔ لاہور

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ

اور

انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر 677

پھندے پر لاشیں

مصنف......... اشتیاق احمد

- ایک شخص کو ایک فون موصول ہوا...
- میں ایک شخص کو قتل کرنا چاہتا ہوں...
- اور وہ بھی انسپکٹر جمشید کی موجودگی میں... بھری محفل میں۔
- موت کا منصوبہ تیار تھا...
- پھندے پر جھولتی ایک لاش جب انہیں نظر آئی۔
- قاتل نے سب کی موجودگی میں قتل کیا۔ کیا وہ اس تک پہنچ سکے...
- ایک خالص جاسوسی ناول... جس قسم کے ناولوں کی آپ اکثر فرمائش کرتے ہیں۔
- سسپنس میں ہر لمحہ اضافہ...
- اور آپ مجرم کو پہچان نہیں سکیں گے۔
- ان کے لیے خاص ناول... جو کہتے ہیں... ہم تو آدھا ناول پڑھ کر مجرم کا نام جان لیتے ہیں...
- ان کے لیے ایک امتحان...

قیمت: 18روپے

انداز بک ڈپو

9/12 نصیر آباد' سانده کلاں۔ لاہور

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ

اور

انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر 678

موت کا ڈاک بنگلہ

مصنف......... اشتیاق احمد

- انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی فلاں پرواز سے پہنچ رہے ہیں... جونہی وہ جہاز سے اتریں... انہیں گرفتار کر لیا جائے۔
- اور گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔
- یہ حکم کس نے دیا... انہیں کہاں اترنا تھا۔
- اور جب جہاز ایرپورٹ پر اترا...
- اترنے والے آدمیوں کو گھیرے میں لے لیا گیا... لیکن۔
- یہ لیکن آپ کو اس ڈاک بنگلہ تک لے جائے گی۔
- وہاں کیا تھا...
- صرف اور صرف موت... اور موت کا خوف۔
- ایک جال جو ان کے گرد بنا گیا تھا۔
- وہ اس جال میں کیسے پھنسے۔
- ایک حیرت ناک اور سسپنس فل ناول۔

قیمت: 18روپے

انداز بک ڈپو

9/12 نصیر آباد' سانده کلاں۔ لاہور

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ
اور
انسپکٹر جمشید سیریز
ناول نمبر 679

کالے کھنڈر کا بت

مصنف.............اشتیاق احمد

- انہیں ایک فون موصول ہوا... وہ بھی رات کے گیارہ بجے۔
- فون پر یہ الفاظ کہے گئے... وہ ہمیں جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے...
- ہم نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا ہے... لیکن وہ دروازہ توڑنے کی کوشش میں ہے۔
- محمود، فاروق اور فرزانہ کو فوراً نکلنا پڑا۔
- لیکن جس وقت وہ وہاں پہنچے... ایک زبردست حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔
- کوٹھی کے تمام دروازے بالکل اندر سے بند تھے اور گھر کے افراد غائب۔
- ایک خوفناک سوال کہ دروازے اندر سے بند ہیں تو گھر کے افراد اندر کیوں نہیں ہیں۔
- محمود، فاروق، فرزانہ کو اس وقت چکر پر چکر آئے۔
- ایسے میں ایک اور خوفناک بات ان کے سامنے آئی۔
- انہیں اپنی ہستی گم ہوتی محسوس ہوئی۔
- ایک خوفناک ناول۔
- کالے کھنڈر کے بت سے ملیے۔

قیمت: 18 روپے

انداز بک ڈپو
9/12 نصیر آباد ' سانده کلاں۔ لاہور

آپ کے خطوط

پیارے انکل اشتیاق احمد
السلام علیکم!
انکل میں آپ کا نیا قاری ہوں، میں بیگ گراؤنڈ علاقے میں رہتا ہوں، اس لئے انکل اشتیاق احمد کی کہانیاں اس علاقے میں نہیں ملتیں میرا تعلق گدو بیراج سے ہے مجھے یہاں سے انکل اشتیاق احمد کے کوئی ناول نہیں ملے۔ اگر یہاں پر کوئی ایسی دکان ہو جس سے انکل کی کتابیں مل سکتی ہوں، اس کی نشاندہی کر دیں، اگر یہاں نہیں ہے تو صادق آباد میں کوئی دکان جہاں انکل اشتیاق احمد کی کتابیں یا ناول مل جاتے ہیں پرانے یا نئے مہربانی فرما کر نشاندہی کر دیجیے۔ اگر نہیں تو میں براہ راست ادارے انداز پبلی کیشنز سے منگوالیا کروں۔ انکل آپ مجھے نیچے دیے ہوئے پتے پر اس ماہ کے ناول اور اگلے ماہ کے ناول ادارے سے بھجوادیا کریں۔ آپ کے پیسے لینے کا طریقہ مجھے معلوم نہیں اگر میرے گھر پر ہی ناول پہنچا دیے جائیں گے تو پیسے بھی

اسی وقت دے دوں گا یا پیسے پہلے باقاعدہ ادارے کو بھجوانے ہیں۔ جوابی خط ضرور لکھیے گا۔ انکل مجھے انکل اشتیاق احمد کی پرانے ناولوں کی لسٹ بھیج دیجیے گا تاکہ میں وہ رسالے خرید سکوں۔ شکریہ

عزیر خالد۔ رشید خالد ریذیڈنٹ انجینئر III ٹی پی ایس، واپڈا کالونی، K-2 ہاؤس۔ گڈو بیراج۔

☆☆☆

پیارے انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم!

پچھلے دنوں میں نے آپ کو فون کیا اور آپ کی آواز سن کر جو مجھے مسرت ہوئی ہے وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے آپ سب رائٹروں میں سب سے زیادہ پسند ہے آپ کے ناولوں سے میری لائبریری بھری پڑی ہے مجھے آپ کے دستخط چاہیے تو آپ کے کہنے کے مطابق میں اپنی آٹوگراف بک ارسال کر رہا ہوں جس پر آپ اپنے اور آفتاب احمد صاحب کے دستخط کر کر ارسال کر دیں۔ اور ہو سکے تو اپنی ایک تازہ تصویر بھی بھجوا دیں۔ مجھے آپ سے ملنے کا نہایت شوق ہے لیکن میں جھنگ نہیں آسکتا۔ مجھے آپ کے تمام ناولوں میں سلاٹر سب سے زیادہ پسند ہے۔ اور تمام خاص نمبروں میں باطل قیامت بہترین لگتا ہے لیکن آپ نے اب جو صرف جمشید سیریز رکھی ہے۔ اس سے آپ کی مارکیٹ کم ہوئی ہے۔ اور آپ کے ناول آئین بے وفائی نوید صاحب کی آپ بیتی بہت اچھا لگا ہے۔ مجھے آپ کا سب سے بہترین کردار انسپکٹر کامران مرزا کا لگتا ہے آپ ناول مندرجہ ذیل پتوں پر بھجوا دیں۔ ڈاک خرچ وغیرہ میرا ہوگا۔

آپ کے جواب کا مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔

فقط

محمد شہباز

مکان نمبر 9/293 لودھی سٹریٹ وارڈ نمبر 19 دینہ چھیاں بازار لالہ موسیٰ محمد اعظم کو مل کر شہباز کو ملے۔

20 جون

کے خاص نمبر کا نام

آخری سمندر

اشتیاق احمد

کچھ جھلکیاں آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں....

اس ماہ صرف نام نوٹ کرلیں۔

توجہ فرمائیں

جن خطوط کے ساتھ جوابی لفافہ ہوتا ہے.. انہیں جواب فوراً دے دیا جاتا ہے.. اور اگر جواب کے لیے ساتھ میں کاغذ بھی شامل ہو تو، پھر تو ادھر خط پڑھتا ہوں، ادھر اس پر جواب لکھ کر لفافے میں ڈال دیتا ہوں...

یہ ہے خط کا جواب فوراً حاصل کرنے کا

صحیح طریقہ.....

آپ بھی اس طریقہ کو آزمایئے... فوراً جواب پایئے...

کیا...؟؟؟

- آپ اپنے پاس موجود اشتیاق احمد کے کچھ یا تمام ناول
- فروخت کرنا چاہتے ہیں.....
- اگر ایسا ہے تو جو ناول آپ فروخت کرنا چاہتے ہیں، ان کے
- نام لکھ کر ارسال کریں.....

- آپ اشتیاق احمد کے پرانے ناول خریدنا چاہتے ہیں.....
- اگر ایسا ہے تو جو ناول آپ خریدنا چاہتے ہیں..... ان کے نام
- لکھ کر ارسال کریں۔

خط لکھنے کا پتا:

اشتیاق احمد

بازار لوہاراں۔ جھنگ صدر فون نمبر 614295

فون کا وقت: دوپہر 2:00 بجے تا 3:00 بجے

علیکم بسُنّتی

- آپ ﷺ کی صبح سے لے کر رات تک... اور رات سے لے کر صبح تک کی سنتوں پر مشتمل........ ایک بہت ہی مختصر کتاب......
- اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ﷺ صبح بیدار ہونے پر سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے، اس کے بعد دن نکلنے پر کیا کیا کام کرتے تھے، رات ہونے پر کیا کیا کام کرتے تھے... سوتے وقت کیا کرتے تھے... رات کے وقت جاگ کر کیا کرتے تھے...
- آپ ﷺ کی نورانی سنتوں پر اس سے مختصر کتاب کوئی اور نہیں ہوگی۔
- اور قیمت صرف پندرہ روپے...
- آپ یہ کتاب اپنے ناولوں کے پیکٹ کے ساتھ منگوا سکتے ہیں...
- آپ پہلی فرصت میں ایک خط لکھیں کہ ہمارے پیکٹ میں اتنے عدد علیکم بسنتی بھی شامل کردیں۔
- ایک کتاب آپ اپنے لیے تو منگوائیں گے ہی... ایک اپنے دوست کو تحفہ دینے کے لیے بھی منگوا سکتے ہیں... یا اپنے کسی عزیز رشتے دار کو دینے کے لیے بھی منگوائیں۔
- آپ کو دین اور دنیا کے ان گنت فوائد حاصل ہوں گے... ایسے فوائد... جن کے بارے میں آپ نے آج تک کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا۔

اپنی زندگی کو نوراً علیٰ نور بنانے کے لیے ...

اس کتاب کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔